رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علیٰ مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت مصدوقہ فحوی ال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی براعانۂ ناس

حاضر باشد یا بادی ❊ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر جملہ

مقاصد و مبادی ❊ پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج مشہور

مسمّیٰ بہ

الہادی

نمبر ۴ | بابت ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۵ھ | جلد ۳

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی ❊ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل اشتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ❊ بادارۂ محمد عثمان عامی ❊ در ہر ماہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ ❊ اشرفیہ ❊ دریبہ ❊ کلاں دہلی بزندہ نوری صید میگردد

ھ ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث اقض فینا بکتاب اللہ وقضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ

جو بہ برکت دُعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب والتہذیب ترجمہ ترغیب و ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب	۱
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۹
۳	حل الاشتباہات	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب	۱۹
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۲۷
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	.... ایضاً	۳۵
۶	امیر الروایات فی حبیب الحکایات	تصوف و سیر	مولوی حبیب احمد صاحب مع حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۳۷

اصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ھذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) کسی ماہ کا رسالہ علاوہ ٹائیٹل کے ڈھائی جز سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جانا ممکن ہے اور قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنے ہے۔

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا۔ اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنے کا وی پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے۔ اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو طلب فرمادیں۔ مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصول ڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہین مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے کہ بعض آدمی (اپنے خیال میں) نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اسکی نماز مین سے صرف دسوان حصہ نوان حصہ آٹھوان ساتوان چھٹا پانچوان چوتھائی تہائی آدہا حصہ لکہا جاتا ہے اسکو ابوداؤد ونسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے بھی اسکے مثل اپنی صحیح مین روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو الیسر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض تو تم مین سے نماز کامل پڑہتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ آدہی تہائی چوتھائی پانچوان حصہ نماز کا پڑہتے ہیں اسیطرح جناب دسویں حصہ تک پہنچے اسکو نسائی نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے ابو الیسر کا نام کعب بن عمرو سلمی ہے بدر مین شہید ہوتے ہیں

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کے تین حصے ہیں پاکی ایک ثلث ہے اور رکوع ایک ثلث ہے اور سجدہ ایک ثلث ہے پس جس نے اسکو اسکے حق کے موافق ادا کیا اسکی نماز قبول کیجاتی ہے اور تمام عمل بھی قبول کئے جاتے ہیں اور جسکی نماز قبول نہین کیجاتی ہے اسکے اور عمل بھی قبول نہیں کئے جاتے ہیں اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور کہتے ہیں ہم اسکو مرفوع صرف مغیرہ بن مسلم کی حدیث سے جانتے ہین حافظ مصنف کتاب فرماتے ہیں اسکی اسناد حسن ہے۔

۲۱۷

اور حضرت حریث بن قبیصہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہین میں مدینہ منورہ مین آیا تو میں نے کہا اے اللہ تو مجھکو کوئی نیک ہمنشین نصیب فرما پس مین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس بیٹھا اور عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی تھی کہ مجھکو نیک ہمنشین نصیب فرما تو آپ مجھ سے ایسی حدیث بیان کیجئے جسکو آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو اللہ تعالےٰ سے امید ہے کہ مجھکو اس سے نفع پہنچائے کہا مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے اول ہی جو بروز قیامت بندہ سے اسکے اعمال مین سے سوال کیا جائیگا وہ نماز ہے اگر یہ درست نکلی تو فلاح پائی اور مطلوب کو پہونچ گیا اور اگر یہ فاسد ہوگئی تو ٹوٹے اور خسران میں پڑ گیا اور اگر اسکے فرض

نماز مین کچھ نقصان رہگیا تو اللہ تعالےٰ فرمائینگے دیکھو کیا میرے بندہ کے کچھ نوافل ہیں اگر ہونگے تو فرضونکی کمی انسے پوری کردیجاے گی پھر اسکے تمام اعمال اسی قاعدہ پر ہونگے (لہذا بندہ کو چاہیئے کہ جیسے نماز فرض کے ساتھ نوافل پڑہتا ہے فرض روزہ زکوۃ کے ساتھ نفلی روزہ اور صدقات بھی کرتا رہے تاکہ نوافل سے فرائض کی بھرتی ہوجاے) اسکو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن غریب کہا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہین ایک روز رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑہی پھر فارغ ہوکر فرمایا اے فلانے کیا اپنی نماز کو درست نہیں کرتا کیا نمازی اپنی نماز کو نہیں دیکھتا جب نماز پڑہتا ہے کیونکر پڑہتا ہے اپنے ہی واسطے تو نماز پڑہتا ہے میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہون جیسا کہ آگے سے دیکھتا ہوں اسکو مسلم نسائی ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ کے الفاظ یہ ہیں حضرت ابوہریرہ رضہ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ ظہر کی نماز پڑہی جب سلام پھیرا تو ایک آدمی کو پکارا جو آخر صف میں تھا فرمایا اے فلان کیا اللہ سے ڈرتا نہیں کیا دیکھتا نہیں کس طرح نماز پڑہتا ہے اسمیں شک نہین جب تم مین سے کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے وہ اسی لئے کھڑا ہوتا ہے کہ اپنے رب سے مناجات کرے اسکو دیکھنا چاہیئے کیونکر مناجات کرتا ہے تم لوگ گمان کرتے ہو کہ میں تمکو نہیں دیکھتا مین خدا کی قسم اپنی پس پشت ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ آگے سے دیکھتا ہون۔

اور حضرت عثمان بن دہرشؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا اللہ پاک کسی بندہ سے کسی عمل کو قبول نہیں فرماتے جبتک کہ اسکا قلب اسکے بدن کے ساتھ حاضر نہ ہو اسکو محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلوۃ میں اسیطرح مرسل روایت کیا ہے اور ابومنصور دیلمی نے مسند الفردوس میں اُبی بن کعب کے واسطہ سے مرسل مسند روایت کیا ہے اور مرسل زیادہ صحیح ہے۔

اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز دودو رکعت ہیں ہر رکعت میں تشہد پڑہے اور خشوع کرے

اور زاری کرے اور مسکنت کرے اور اپنے دونون ہاتھ اٹھاوے فرماتے تھے کہ ہاتھونکو اسطرح
اٹھاوے کہ ہاتھونکے اندر کی جانب چہرے کے سامنے ہو اور عرض کرے اے میرے پروردگار
اے میرے پروردگار (یعنی دعا مانگے) اور جس نے ایسا نہیں کیا اسکی نماز ایسی ایسی ہے اسکو ترمذی
نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے اور اسکے ثبوت میں تردد کیا ہے سب نے
اسکو لیث بن سعد کی روایت سے روایت کیا ہے کہتے ہیں لیث نے ہم سے حدیث بیان کی
ہے عبد ربہ بن سعید نے عمران بن ابی انس سے انھون نے عبد اللہ بن نافع بن عمیاء سے
انھون نے ربیعہ بن حارث سے انھون نے فضل بن عباس سے اور ترمذی نے کہا ہے
کہ علاوہ ابن المبارک کے اور لوگون نے اس حدیث مین کہا ہے جس نے ایسا نہیں کیا تو
اسکی نماز ناقص ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ میں نے امام محمد بن اسمٰعیل بخاری سے سنا ہے
کہتے تھے اس حدیث کو شعبہ نے عبد ربہ سے روایت کیا ہے اس میں چند جگہ خطا کی ہے
کہا اور لیث بن سعد کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے حافظ مصنف کتاب کہتے ہیں
عبد اللہ بن نافع بن عمیاء سے عمران بن ابی انس کے سوا اور کسی نے نہین روایت کیا ہے اور
عمران ثقہ ہیں اور اسی حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے طریق شعبہ سے انھون نے عبد ربہ سے
انھون نے ابن ابی انس سے انھون نے عبد اللہ بن نافع بن عمیاء سے انھون نے عبد اللہ
ابن حارث سے انھون نے مطلب بن ابی وداعہ سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ کے یہ
لفظ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز دو رکعت ہیں اور تشہد پڑھے ہر دو رکعت
مین اور محتاجی ظاہر کرے اور مسکنت کرے اور ہاتھ اٹھاوے اور کہے اے اللہ بخشدے
مجھکو پس جس نے ایسا نہیں کیا تو وہ نماز ناقص ہے خطابی نے کہا ہے کہ ائمہ حدیث شعبہ کو
غلطی کی طرف منسوب کرتے ہیں اس حدیث مین پھر بخاری کا پہلا قول نقل کیا اور کہا کہ یعقوب
ابن سفیان بھی مثل قول بخاری کے کہتے ہیں اور شعبہ کی روایت کو خطا کہا ہے اور لیث بن سعد
کو درست کہا اور ایسا محمد بن اسحٰق بن خزیمہ نے بیان کیا ہے اور لفظ تبائس کے معنے اظہار فقر وفاقہ
کے ہیں اور لفظ تمسکن مسکنۃ سے کہتے ہیں اور بعضون نے اسکے معنے سکون اور وقار کے
کہے ہیں اور اس میں میم زائد بتاتی ہے اور لفظ تقنع کے معنے دعا اور سوال کے وقت ہاتھ

۲۱۹

اُٹھاتے کے ہیں اور لفظ خداج کے معنے اس جگہ اجر و فضیلت مین نقصان کے ہین خطابی کا کلام ختم ہوا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ تعالے فرماتے ہین ہم نماز صرف اس شخص کی قبول فرماتے ہین جو ہماری عظمت کی وجہ سے نماز کے ساتھ تواضع کرے اور میری مخلوق پر بڑائی نہ کرے اور میری معصیت پر اصرار کی حالت میں رات نہ گزارے اور اپنے دن کو میرے ذکر میں گزارے اور مسکینون مسافرون بیواؤن پر رحم کرے اور مصیبت زدہ پر رحم کرے یہ وہ شخص ہے کہ اُسکا نور مثل آفتاب کے نور کے ہے ہیں اُسکی نگہبانی اپنی عزت اور جلال سے کرتا ہون اور اپنے فرشتون سے اُسکی حفاظت کراتا ہون میں اسکے واسطے اندہیرے میں روشنی کر دیتا ہون اور نادانی میں بردباری نصیب کرتا ہون اور اسکی مثل میری مخلوقات مین مثل فردوس کے ہی تمام جنت میں اسکو بزار نے بروایت عبداللہ بن واقد حرانی کے روایت کیا ہی اور اس کے باقی راوی سب ثقہ ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہتے ہین مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے کہ بندہ جب نماز پڑہتا ہے اور اسکو تمام نہین کرتا نہ اُسکے خشوع (یعنی سجدہ) کو اور نہ اسکے رکوع کو اور ادہر اُدہر توجہ زیادہ کرتا ہے اسکی وہ نماز قبول نہین کیجاتی اور جو شخص اپنے کپڑے (تہبند وغیرہ) تکبر سے کھینچتا ہے (یعنی تہبند وغیرہ اتنا نیچا رکھتا ہے کہ چلتے ہوے گہسٹتا ہے اور وہ تکبر اور لاپرواہی سے چلتا پھرتا ہے) اللہ اسکی طرف دیکھنے کا بھی نہیں اگرچہ وہ اللہ کے نزدیک (کسی اور جہت سے) عزت دار بھی ہو اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول جو چیز اس اُمت سے اُٹھے گی وہ خشوع ہوگا یہانتک کہ تم اُن مین کسیکو خاشع اور سرنگون ہی نہ دیکھو گے (واللہ اعلم مقصود یہ ہے کہ خاشع کی بہت قلت ہو جاتے گی) اسکو طبرانی نے سند حسن سے روایت کیا ہے اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں ایک حدیث کے

آخر میں شداد بن اوس پر موقوف کر کے روایت کیا ہے اور اسکو طبرانی نے مرفوع بھی بیان کیا ہے اور موقوف زیادہ مشابہ ثواب کے ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہتے ہیں مثال فرض نماز کی مثل ترازو کے ہے جس نے پورا دیا پورا لیگا اسکو بیہقی نے اسیطرح روایت کیا ہی اور انکے سوا اور محدثین نے حسن سے مرسل روایت کیا ہے اور وہ بھی درست ہے اور مطرف اپنے والد بزرگوار رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ایسی حالت میں دیکھا کہ آپکے سینہ میں ایسی آواز تھی جیسے چکی کی آواز ہوتی ہے رونے کی وجہ سے اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور نسائی کے یہ الفاظ ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ایسی حالت میں دیکھا کہ آپکے شکم مبارک میں ایسی آواز تھی جیسے ہانڈی میں (جوش کرتے ہوئے) ہوتی ہے یعنی رونے کی وجہ سے اور اسی حدیث کو ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں مثل نسائی کے روایت کیا ہے مگر ابن خزیمہ نے (بجائے شکم کے) سینہ کہا ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں بدر کے دن ہم میں کوئی سوار نہیں تہا بجز حضرت مقداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اور بقسم ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہ تہا کہ سوتا نہ ہو بجز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ جناب ایک درخت کے نیچے برابر صبح تک نماز پڑھتے رہے اور سب سوتے رہے اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر سے مروی ہے کہ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے ایک باغ میں نماز پڑھتے تھے ایک چڑیا اڑی ادہر ادہر پھرتی تھی نکلنے کا راستہ ڈھونڈتی تھی پاتی نہیں تھی یہ بات انکو عجیب معلوم ہوئی ذرا دیر اسکی طرف نظر پڑتی رہی پھر نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ انکو خبر ہی نہیں کہ کتنی پڑھی ہے کہنے لگے کہ میرے اس مال میں مجھکو فتنہ پہنچ گیا بس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز کی غفلت کا قصہ بیان کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ وہ باغ صدقہ ہے جہاں چاہیں خرچ فرمائیں اسکو امام مالک نے روایت

۲۲۱

کیا ہے اور عبد اللہ بن ابی بکر نے اس قصہ کو نہیں پایا اور اسی قصہ کو ایک دوسرے طریق سے بھی روایت کیا ہے مگر اس میں نہ ابو طلحہ کا ذکر ہے اور نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور اسکے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص انصار مین سے قف کے ایک باغ مین چھوارون کی موسم میں نماز پڑہتے تھے (قف مدینہ منورہ کے جنگلون میں سے ایک جنگل ہے) اور چھوارون کے درخت جھکے ہوئے تھے اور خوشے (بوجھ کی وجہ سے جھک کر گولائی پر ہوگئے تھے انکی طرف نظر جا پڑی تو اچھے معلوم ہونے لگے پھر نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ یہ ہی نہیں جانتے کہ کتنی پڑہی بس کہنے لگے میں اپنے اس مال کی وجہ سے فتنہ میں پڑ گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اُسوقت خلیفہ تھے اور یہ قصہ بیان کیا اور کہا کہ وہ باغ صدقہ ہے اسکو سبیل خیر میں خرچ کیجئے حضرت عثمانؓ نے اسکو پچاس ہزار میں بیچا اُس باغ کا نام ہی پچاس ہزار ہوگیا۔

اور اعمشؒ سے مروی ہے کہتے ہین حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب نماز پڑہتے تھے ایسے ہوجاتے تھے جیسا کوئی کپڑا پڑا ہوا ہوتا ہے اسکو طبرانی نے کبیر میں بیان کیا ہے اور اعمش نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو پایا نہیں ہے۔

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مسلمان وضو کامل کرتا ہے پھر نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور جو زبان سے پڑہتا ہے اسکو جانتا ہے وہ لامحالہ نماز سے ایسا فارغ ہوگا جیسا اس دن تہا کہ اسکی والدہ نے جنا تھا (گناہ سے پاک) اسکو حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح الاسناد کہا ہے اور یہ حدیث مسلم وغیرہ میں بھی ہے اور پہلے گزر چکی ہے۔

نماز میں آسمان کیطرف نظر اُٹھانے سے ڈرانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو مونکا کیا حال ہے کہ اپنی نظروں کو نماز میں آسمان کی طرف اُٹھاتے ہیں آپ نے اس کلام کو بہت سختی سے فرمایا یہانتک کہ فرمانے لگے یا تو اس سے باز رہیں

نہیں تو انکی آنکھیں اُچک لیجائینگی اسکو بخاری ابوداؤد نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نظروں کو آسمان کی طرف مت اٹھاؤ اچک لیجائینگی یعنی نماز میں اسکو ابن ماجہ طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قومونکو ضرور نماز میں دعا کے وقت اپنی نظروں کو آسمان کی طرف بلند کرنے سے باز رہنا چاہیئے ورنہ انکی نگاہیں اچک لی جائینگی اسکو مسلم نسائی نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے نماز میں ہو تو اپنی نظر کو آسمان کی طرف نہ اٹھاوے (کہیں) اچک نہ لی جاوے اسکو طبرانی نے اوسط میں ابن لہیعہ کی روایت سے بیان کیا ہے اور نسائی نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اُن سے بیان کیا ہے اور نام صحابی کا نہیں لیا۔

۲۲۳

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قومونکو باز رہنا چاہیئے اس سے کہ نماز میں اپنی نظرونکو آسمان کی طرف اٹھاوین ورنہ انکی نگاہیں انکی طرف لوٹینگی نہیں اسکو مسلم ابوداؤد ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد میں اسطرح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد شریف مین تشریف لے گئے تو کچھ آدمیونکو دیکھا کہ اپنی نظرین آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں تب فرمایا باز رہنا چاہیئے ان لوگونکو کہ اپنی نگاہیں اونچی کئے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں نہیں تو انکی نگاہیں انکی طرف واپس نہ ہونگی۔

نماز میں اِدہر اُدہر مونہ پھیرنے وغیرہ سے ڈرانا

حضرت حارث اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے نے حضرت یحییٰ بن ذکریا علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو پانچ باتون کا حکم کیا تھا کہ خود بھی اسپر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی حکم کریں کہ عمل کریں اور حضرت یحییٰ کچھہ متردد ہوئے کہ حضرت عیسےٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے ارشاد فرمایا اللہ تعالے نے تم کو حکم کیا ہے پانچ باتونکا تاکہ تم خود بھی عمل کرو اور بنی اسرائیل کو بھی عمل کرنے کا حکم کرو پس یا تو تم انکو حکم کرو نہیں تو مین حکم کرتا ہون حضرت یحییٰ نے فرمایا میں اس سے ڈرتا ہون اگر تم مجھ سے سبقت کرو تو اللہ مجھکو زمین میں نہ دہسادے اور عذاب نہ کرے پس تمام لوگونکو بیت المقدس میں جمع ہونے کا حکم دیا بیت المقدس بھر گیا اور کنارون پر بیٹھ گئے تب فرمایا اللہ تعالے نے مجھکو پانچ باتونکا حکم فرمایا ہے کہ میں اُن پر عمل کرون اور تم کو عمل کرنے کا حکم کروں اُن میں اوّل یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور اللہ کے ساتھ شرک کرنیوالے کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص نے اپنے خالص مال سونا چاندی سے ایک غلام خریدا اور اس سے کہا کہ یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام ہے کام کر کے میرے پاس پہنچا تو وہ غلام کام کر کے اور ون کو دینے لگا پس تم میں سے کون پسند کریگا کہ میرا غلام ایسا ہو اور اللہ تعالے نے تم کو نماز کا حکم کیا ہے جب نماز پڑھا کرو تو اِدہر اُدہر نہ دیکھا کرو اس واسطے کہ اللہ تعالے اپنے چہرہ کو بندہ کے چہرہ کے مقابل برابر قائم رکھتا ہے جبتک کہ بندہ اِدہر اُدہر نہیں دیکھتا ہے (ف اللہ کے واسطے چہرہ کا ثابت کرنا متشابہات سے ہے یہ ایمان ہے کہ چہرہ ضرور ہے مگر کیفیت اسکی معلوم نہیں کہ کیسا ہے جیسا کہ اسکی ذات حقیقی کا علم بشر کے واسطے ممکن نہیں اسیطرح اسکے چہرہ ہاتھ وغیرہ کا علم بھی ممکن نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس سے کیا مراد ہے اور جو کچھ توجیہات بعض علمار نے بیان کی ہیں سب ظنی ہیں یہی اہل حق کا مسلک ہے) اور تم کو روزہ رکھنے کا حکم کیا ہے اسکی مثال مثل ایک آدمی کے ہے کہ ایک جماعت میں بیٹھا ہوا ہے اور اسکے ہاتھ میں ایک تھیلی مشک کی ہے کہ اسکی خوشبو ہر ایک کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور روزہ دار کے موں کی بو اللہ تعالے کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے اور تم کو صدقہ کا حکم کیا ہے اسواسطے کہ اُس کی مثال مثل اُس شخص کے ہے کہ اسکو دشمن نے قید کر لیا اور اسکے ہاتھون کو اسکی گردن سے مضبوط باندھ دیا اور اسکی گردن مارنے کو سامنے لائے۔

(باقی آئندہ)

شرمندہ ہوجاتا ہے اور میں اسکو بڑے لوگوں کے لئے پسند نہیں کرتا آخر میں نے انکی شرم یوں
اُتاری کہ میں نے اُن سے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ عامل ہیں اور مجھکو نیند کم آتی ہے
اگر آپ پانی پڑھکر بھیجدیا کریں تو بہت اچھا ہو چنانچہ وہ اس سے خوش ہوئے اور تشتری
لکھدینے کا وعدہ کیا غرض حضرت علیؓ کی طرفداری کرکے دوسرے صحابہؓ کو بُرا نہ کہنا چاہیئے اور
صاحبو اُسوقت کی سلطنت ہی کیا تھی جسپر کوئی لالچ کرتا اُسوقت کی سلطنت یہ تھی کہ ایک مرتبہ
حضرت عمرؓ دوپہر کے وقت گرمی میں چلے جارہے تھے حضرت عثمانؓ نے دیکھا پوچھا کہ امیرالمؤمنین
کہاں چلے آپ نے فرمایا کہ بیت المال[ع٥] کا ایک اونٹ گم ہوگیا ہے اُسکی تلاش کو جارہا ہوں حضرت
عثمانؓ نے فرمایا کہ حضرت آپ نے اس گرمی میں کیوں تکلیف کی کسی کو حکم دیدیا ہوتا کہ وہ تلاش
کرلیتا آپ نے فرمایا اے عثمانؓ میدان قیامت کی گرمی زیادہ سخت ہے اور قیامت میں سوال
تو مجھ سے ہوگا نہ کہ دوسرے سے اسواسطے خود ہی جارہا ہوں غرض کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ
یہ لوگ ترقی پر نہ تھے یہ حضرات اُس ترقی پر تھے کہ ساری دنیا جانتی ہے بلکہ مانتی ہے حالانکہ
نہ انکے پاس فیشن تھی نہ سامان آرائش واقعہ یرموک میں جو کہ بڑی بھاری جنگ تھی ایک شخص اونٹنی
پر سوار فتح کی خوشخبری لیکر آیا تو حضرت عمرؓ سے جو کہ روزانہ خبر کے انتظار میں باہر جاکر گھنٹوں کھڑے
رہتے تھے جنگل میں ملاقات ہوئی آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے معلوم ہوا یرموک
سے آرہا ہے آپ نے جنگ کا حال پوچھا تو اُس نے آپ کو نہ پہچانا کہ یہ خلیفہ ہیں کیونکہ آپ کے
لباس وغیرہ میں کوئی شان خلافت اور بادشاہت کی نہ تھی نہ تاج ہی سر پر تھا اسلئے اس نے آپکی
طرف کچھ توجہ نہ کی اور اونٹنی دوڑاے ہوئے مدینہ کی طرف چلا اور حضرت عمرؓ پیچھے پیچھے اونٹنی کے
ساتھ دوڑے جاتے تھے جب آبادی کے قریب آئے تو لوگوں نے پہچانا اور امیرالمؤمنین کو سلام
کیا اُسوقت اُسکو معلوم ہوا کہ خلیفہ یہی ہیں تو اُس نے بہت معذرت کی آپ نے فرمایا کہ میں نے جو
قدم بھی اُٹھایا ہے ثواب کیلئے اُٹھایا ہے تجھے عذر کرنیکی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک ہماری حالت ہے
کہ جو قدم اُٹھتا ہے نفسانیت کے لئے اٹھتا ہے ایک صاحب جو کہ بہت عزت دار تھے مجھ سے
فرمانے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا لڑکا ایسا ہوجائے کہ پندرہ روپے میں گذر کرلیا کرے اور

صحابہ کی سلطنت کیسی تھی

ع٥ مسلمانوں کے خزانے کو بیت المال کہتے ہیں ۱۲

حالت لڑکے کی یہ تھی کہ پندرہ سے زیادہ کا اسکا ایک کوٹ ہی تھا افسوس ہے کہ ہم کو دوسری قومونکی
ریس اور دیکھا دیکھی نے برباد کیا ہم دوسرون کی حرص کرتے ہین اور وہ بھی بُری باتون مین انھون نے
ہماری باتیں سیکھ کر گھر آباد کر لیا اور ہم انکی باتیں سیکھ کر اپنی رہی سہی حالت بھی برباد کئے دیتے ہیں
دعوی ہے قومی ہمدردی کا اور مسلمانون سے نفرت اسقدر ہے کہ شہر میں رہنا بھی گوارا نہیں الگ
جنگل میں جا کر رہتے ہیں صاحبو کیا ترقی اسپر بھی موقوف ہے کہ قوم کے پاس بھی نہ رہا جائے دیکھیے
بھوپال کی بیگم صاحبہ آجکل کے ترقی یافتہ لوگون سے بہت زیادہ ترقی پر ہیں مگر حالت یہ ہے کہ اگر
کوئی غریب رعایا مین سے شادی وغیرہ مین انکی دعوت کرتا ہے تو قبول کر لیتی مین اب یہ حالت ہے
کہ ہمارے روشن خیال سب سے زیادہ دعوت ہی کو ذلیل سمجھتے ہیں مجھے لکھنؤ کی ایک حکایت
یاد آئی کہ وہان ایک مولوی صاحب کی دعوت ایک سقے نے کی مولوی صاحب اُسکے گھر جا رہے
تھے کہ راستہ مین ایک رئیس صاحب ملے پوچھا مولوی صاحب کہان جا رہے ہو مولوی صاحب نے
بیان کیا کہ اس سقے نے دعوت کی ہے اسکے ہان جا رہا ہون تو رئیس صاحب فرمانے لگے کہ
مولوی صاحب آپ نے تو لٹیا ہی ڈبو دی کیا سقون کی دعوت بھی کھانے لگے مولوی صاحب
نے یہ سُنکر سقے سے فرمایا کہ بھائی مین تو دعوت میں اس شرط سے چلتا ہون کہ ان رئیس
صاحب کو بھی لے چل اس سقے نے انکی خوشامد شروع کی اب تو رئیس صاحب بہت گھبرائے
مگر جب اُس نے بہت ہی خوشامد کی اور دو چار بڑے بڑے آدمی بھی اتفاقاً وہان جمع ہوگئے تھے
انھون نے بھی بہت کچھ کہا سنا کہ ایک غریب آدمی اسقدر خوشامد کرتا ہے اور تم مانتے نہیں
بڑے بیرحم سخت دل ہو تو مجبور ہو کر ان رئیس صاحب کو ماننا پڑا آخر اُسکے گھر گئے وہان جا کر
دیکھا کہ تمام گھر مین فرش کیا ہوا ہے اور سقے ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے ہیں کوئی ہاتھ چومتا
ہے کوئی پانون پکڑتا ہے آخر کھانا کھلایا گیا اور خود سارے سقے غلامون کی طرح کھڑے
رہے جب وہان سے فارغ ہو کر آتے تو رئیس صاحب نے کہا کہ حضرت واقعی مین غلطی پر
تھا آج مجھے معلوم ہوا کہ عزت غریبون کے ساتھ رہنے مین ہے میں نے آجتک یہ تعظیم نہیں
دیکھی تھی جو ان لوگون نے کی سچ یہ ہے کہ محبت کے لوگ یہی ہیں اور رئیسون کو جو کچھ عزت
نصیب ہوتی ہے اپنے نوکرون مین ہوتی ہے لیکن انکی تعظیم بھی صرف ظاہر میں ہوتی ہے

۱۸

دل میں نہیں ہوتی تو کر خوف کی وجہ سے تعظیم کرتے ہین جیسے بھیڑیے کی تعظیم کیجاتی ہے غرض صحابہؓ نے اسطرح اپنی زندگی گذاری اور وہی حقیقی ترقی تھی تو اگر دنیا مین اُن حضرات جیسی ترقی ہو تو اسلام کو بیشک ترقی ہے لیکن اگر یہ نہ ہو تو ساری دنیا کے مال و دولت جمع ہوجانے سے بھی اسلام کی کچھ ترقی نہیں یہ تو اہل دنیا کی شفقت کا بیان تھا اب ایک شفقت اہل دین کی ہے کہ ان لوگونکو جوش انتہا ہے کہ جسطرح ہوسکے قوم کی اصلاح ہوجائے اس کوشش میں طرح طرح کی مشکلیں انکو پیش آتی ہیں اول تو جسمانی تکلیف ہوتی ہے دوسرے بعض وقت دین کی بھی خرابی ہوجاتی ہے کہ اُسکے اہتمام مین بعض ناجائز طریقے اختیار کرنے پڑتے ہین تیسرے کسی کے بہت پیچھے پڑنے سے اسکو عداوت ہوجاتی ہے یاد رکھو خدا تعالٰے کے دربار مین طاقت سے زیادہ کسیکو تکلیف نہیں دیجاتی مجھے تو حضرت مولانا گنگوہی کا قول یاد آتا ہے اگر انکے پاس کوئی مسجد وغیرہ کے چندہ کی فہرست لیکر آتا اور دستخط کرنے کی درخواست کرتا تو فرماتے کہ میاں کیون لوگون کے پیچھے پڑے مسجد یا مدرسہ بنانا ہی ہے تو کچی دیوارین اُٹھا کر بنا لو اگر وہ کہتا کہ حضرت کچی دیوارین گر جائینگی تو فرماتے کہ میاں پکی دیوارین بھی آخر ایک دن گرینگی تو جب یہ گر جائیں گی کوئی دوسرا بنادیگا تم قیامت کا بند وبست کرنے کی فکر مین کیوں پڑے تو بوجھ اسیقدر اٹھاؤ جو تم سے اُٹھ سکے حدیث شریف میں ہے کہ مومن کو چاہیئے کہ اپنے کو ذلیل نہ کرے اگر صحابہؓ اس حدیث کا مطلب حضورؐ سے دریافت نہ فرماتے تو آجکل کے روشن خیال اسکا یہ مطلب سمجھتے کہ مومن کو پھٹا کپڑا نہ پہننا چاہیئے بلکہ خوب بن سنور کر عمدہ پوشاک میں رہنا چاہیئے لیکن صحابہؓ نے حضورؐ سے پوچھکر مطلب حل کر دیا حضورؐ نے فرمایا کہ نفس کا ذلیل کرنا یہ ہے کہ اتنی مشقت اٹھائے جسکی طاقت نہ ہو اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ اسلام کی تعلیم ذلت اختیار کرنے سے روکتی ہے مگر آجکل روشن خیالون نے ذلت کو مولوی ہونے کا اثر سمجھ لیا ہے حالانکہ مولویون سے زیادہ یہی لوگ ذلت کو اختیار کرتے ہیں ہمارے نزدیک ایک قصبہ ہے وہان بھی اور قصبون کی طرح یہ رسم ہے کہ شادی مین دولہن کے میانہ پر بکھیر ہوتی ہے اس بکھیر کو بھنگی اُٹھاتے ہیں چند روز ہوئے کہ وہاں شادی ہوئی اور اس موقع پر آجکل کے ایک روشن خیال بھی تھے انھون نے بھنگیوں کے ساتھ ملکر بکھیر کے پیسے جمع کئے شاید تین چار آنے پیسے

اہادی بابت شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ

۱۹

انکے ہاتھ لگے کیون صاحب جب انگریزی مدرسون کے چندے کیواسطے یہانتک گوارا کر لیا جاتا ہے
تو اگر کوئی مولوی اسلامی مدرسون کے لئے چندہ جمع کرے تو اسکو بھیک منگا کیون کہا جاتا ہے اور
اسکو ذلت کیون بتلایا جاتا ہے پھر جب نماز کا وقت آیا اور وہ نماز پڑھنے کے لئے آئے تو ایک
ظریف نے انکی خبر لی کہا کہ تم ہماری جماعت سے الگ ہوجاؤ کیونکہ تم ناپاک ہو انھون نے کہا میرے
ناپاک ہونے کی کیا وجہ ان ظریف نے جواب دیا کہ تم بھنگیون کے ساتھ ملکر پیسے لوٹ رہے تھے
اور اسوقت تم کو بھی پسینہ آرہا تھا اور انکو بھی اور اُنکے ناپاک بدن سے تمہارا بدن ملجاتا تھا اس وجہ
سے تمہارا بدن بھی ناپاک ہوگیا مگر وہ ایسا باہمت تھا کہ اُسکو اس سے کچھ بھی اثر نہ ہوا پھر جب ٹیگ
لینے کا وقت آیا تو وہان بھی جا موجود ہوئے ایک روپیہ آپ کو بھی ملا خدا کا شکر ہے کسی مولوی نے
کبھی ایسی حرکت نہین کی مگر چونکہ ان بیچارون کی صورت غریبانہ ہے وہ ایسے کام نہ کرنے پر بھی
بھیک منگے ہیں اور ان لوگون کی صورت چونکہ امیرانہ ہے اسلئے یہ بھیک مانگنے پر بھی عزت والے
رہے مولویوں کے سینکڑون وعظ ایسے ہوتے ہین کہ ان میں چندہ کا نام بھی نہیں ہوتا اور
ان صاحبون کا کوئی لکچر بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں چندہ کی ترغیب نہ ہو دوسرے یہ کہ بعضے مولوی
اگر چندہ لیتے بھی ہیں تو دباؤ ڈالکر نہیں لیتے کیونکہ دباؤ ڈالکر وہ لے سکتا ہے جسکا کچھ اثر ہو ان
بیچارون کا اثر ہی کیا ہے جو انکا دباؤ پڑے اور یہ حضرات دباؤ ڈالکر ظلم کرکے وصول کرتے ہیں مین
دونون جماعتون کو کہتا ہوں کہ تم کو اس حالت تک تمہاری شفقت لائی ہے تم نے قوم پر ضرورت سے
زیادہ شفقت کرکے ایسے ذریعے اختیار کئے ہیں پس تم اسیقدر شفقت کرو جو تمہارے دین میں
نقصان نہ پہنچائے بعضے لوگ چندہ مین ایسی کوشش کرتے ہین کہ ناجائز طریقے سے بھی نہیں
بچتے اس خیال سے کہ بدون اسکے کام نہیں چلتا اگر یہ تدبیرین نہ کیجائیں تو کام بند ہوجائے گا
مگر میں کہتا ہوں کہ اگر کام بند ہی ہوجائے گا تو بھی آپ کو کیا فکر قیامت مین اگر اسکی تم سے پوچھ گچھ
ہو تو کہدینا کہ میں نے لوگون کو امداد کی ترغیب دی تھی مگر کسی نے نہ مانا اور کام بند ہوگیا میں وعدہ
کرتا ہون کہ اس جواب کے بعد تم پر کوئی الزام نہ ہوگا ہم نے اپنے وطن مین ایک مدرسہ کر رکھا
ہے مگر اس انداز سے کہ نہ کسی سے چندہ مانگا جاتا ہے نہ کسیکو ترغیب دی جاتی ہے طالبعلمون
سے صاف کہدیا ہے کہ اگر خدا پر بھروسہ کرکے رہیں تو رہیں ہم ذمہ داری نہیں کرتے خدا تعالیٰ

۲۰

نے دیا تو ہم دیدینگے مگر باوجود اتنی بے پروائی کے اچھی خاصی طرح مدرسہ چل رہا ہے بلکہ یہانتک انتظام کیا کہ طالبعلمون کی ایسی دعوت بھی جسمین کسی کے گھر جانا پڑے قبول نہین کیجاتی اگرچہ دعوت کا کھانا لینا بھیک نہیں ہے مگر چونکہ آجکل طالبعلمون کی دعوت اکثر لوگ اُنکو ذلیل سمجھکر کرتے ہیں اسلیئے ہم نے اسکو بھی قبول نہیں کیا اور میں دینے والون کو مشورہ دیتا ہون کہ اگر وہ طالبعلمون کو کچھ دیں تو عزت سے دینا چاہیئے وہ آپ کے مہمان ہیں دیکھئے اگر آپکا کوئی مہمان آکر مسجد میں ٹھیرے اور کھانے کے وقت گھر جانے سے انکار کرے تو آپ کیا یہ کہینگے کہ دروازہ پر جاکر کھانا لے آؤ ہرگز نہیں بلکہ مسجد میں جاکر خود اسکو کھانا دینگے پھر طالبعلمون کے ساتھ یہ کیون نہیں کیا جاتا اور جب تم نے خود انکو دروازے پر بلایا تو گویا اپنے مہمانون کو تم نے خود ذلیل کیا پھر کس مُنہ سے انکو ذلیل کہتے ہو خود تم نے ہی تو انہیں بلاکر ذلیل کیا اور خود ہی ذلیل کہتے ہو خلاصہ یہ ہے کہ مین دونون جماعتون کو کہتا ہوں کہ اپنی یہ حالت چھوڑ دو اور تھوڑا تھوڑا کام شروع کرو تم لوگ اول ہی سے بڑا کام شروع کرتے ہو اُسکے لیئے مجبوراً زیادہ اہتمام کی ضرورت ہوتی ہے جسکی وجہ سے تم کو نامناسب کوششین کرنی پڑتی ہیں ایک آسان ترکیب آپ کو بتلاتا ہون کہ جو کام شروع کرنا ہو اُتنا شروع کیجیے جو آپ اپنی قوات سے کرسکیں جب کام شروع ہوجائیگا اور دوسرے دیکھینگے خود بخود تمہاری مدد کرینگے خلاصہ اس تقریر کا یہ ہوا کہ شفقت کی بھی ایک حد مقرر ہے تم بھی اسپر رہو چنانچہ اس آیت میں اس مضمون کے متعلق اللہ تعالے نے حضورؐ کی تسلی فرمائی کہ شفقت اُن لوگوں پر کیجیے جنہیں خدا کا خوف ہو اور عالم ہون ایک بات تو اس آیت سے یہ ثابت ہوئی دوسری بات اس آیت سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا رتبہ نہایت عظیم الشان ہے کہ خدا تعالےٰ کو آپکا غمگین ہونا کسیطرح منظور نہیں جب کوئی بات رنج کی ہوتی ہے فوراً تسلی فرمائی جاتی ہے اور حضور کی شان تو اور ہی ہے آپ کی اُمت کے دلیون کے ساتھ بھی خدا تعالےٰ کا یہی معاملہ ہے فرماتے ہیں کہ اُنکے لیئے خوشخبری ہے دُنیا مین بھی اور آخرت میں بھی کبھی ان حضرات کا دل تنگ نہین ہوتا ہمیشہ خوش رہتے ہیں اور کیونکر نہ رہین ان حضرات کے پاس وہ چیز ہی کہ وہ جس کے پاس بھی ہوگی خوش ہی رہے گا بلکہ ان حضرات کی خوشی کی یہ حالت ہے کہ

اُن کو بادشاہوں کی پریشانی پر رحم آتا ہے اور لوگ تو انکی ظاہری حالت پر رحم کرتے ہیں کہ ان بیچاروں کو کھانے کو نہیں ملتا بھوکوں مرجاتے ہین اور یہ حضرات اہل دُنیا پر رحم کھاتے ہیں کہ انکو دنیا کا ہیضہ ہورہا ہے اور انکو پتہ نہیں بلکہ اس مرض کو مبارک مرض سمجھ رکھا ہے صاحبو تم اُن فاقہ مستون اور روزہ دارون پر رحم مت کرو اپنی حالت پر رحم کرو انکے لئے خوان نعمت تیار ہورہا ہے قیامت مین ان سے کہا جاویگا کہ اپنے عملون کے عوض خوب کھاؤ پیو غرض اہل دنیا کو ان پر رحم آتا ہے مگر رحم کے قابل حقیقت میں وہ خود ہیں خلاصہ یہ کہ غم کے وقت اللہ والوں کی اب بھی تسلی ہوتی ہے تو اس مقام پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی گئی ہے حضورؐ کی تسلی کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ کیون غم فرماتے ہیں آپ تو اُن لوگوں کو ڈرا سکتے ہین جنکو خوف ہو اور خوف جب ہوتا ہے جبکہ علم ہو اور علم انکو ہے نہین مگر یہ چاہیں تو علم حاصل کر سکتے ہین پس جب یہ خود ہی توجہ نہیں کرتے آپ بھی غم نہ فرمایئے اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ علم میں کیسی خوبی ہے اور اسیکا بیان کرنا اسوقت مقصود ہے دیکھیئے اس سے بڑھکر اور ایک فضیلت ہوگی کہ بے علم حاصل کئے خدا کا خوف نہیں ہوسکتا اور خوف کا ہونا ضروری ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں خوف سے بڑھکر اور کسی چیز کا اہتمام نہیں اور اس سے زیادہ کوئی واجب نہین تقوی بھی اسی خوف کا نام ہے اللہ تعالےٰ قرآن شریف کی نسبت فرماتے ہیں ھدیً للمتقین ؀ معنے یہ ہیں کہ قرآن شریف ہدایت ہے ڈرنے والون کے لئے کیونکہ جب خوف پیدا ہوگا تب ہی حق کی تلاش بھی ہوگی خوف وہ چیز ہے کہ اسلام بھی اسی کی بدولت پھیلا ہے پس خوف کا ہونا نہایت ضروری ہے اور بغیر علم کے خوف پیدا نہیں ہوتا اس لئے علم بھی ضروری ہوا لیکن نرے علم سے خوف نہیں پیدا ہوتا بلکہ علم کے ساتھ غور و فکر کی بھی ضرورت ہے کیونکہ بدون اسکے دل پر علم کا اثر نہیں ہوتا محض زبان تک رہتا ہے غرض دو چیزون کی ضرورت ہوئی ایک تو علم دین کی کیونکہ یہ نہ ہو تو خوف ہو ہی نہیں سکتا اور دوسری چیز یہ ہے کہ تنہائی مین بیٹھکر خوب سوچا کرو کہ قیامت کے لئے ہم نے کیا سامان تیار کر رکھا ہے جب وہان پوچھ ہوگی تو ہم کیا جواب دینگے اس سے ایک اثر پیدا ہوگا اور اس اثر کا نام حال ہے تو اصلاح کے لئے تین چیزین ضروری ہوئیں ایک علم دوسرا عمل تیسرا حال۔ حال کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ

۲۲

اصلاح کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے

جبتک حال نہ ہو نرے علم و عمل سے کام نہیں چلتا مثلاً ایک شخص جانتا ہے کہ زنا حرام ہے اور اسپر عمل بھی کرے کہ زنا سے بچا رہے لیکن اسپر اسیوقت تک جما رہ سکتا ہی جبکہ اس عمل میں صاحب حال بھی ہو جائے بغیر حال کے عمل ایسا ہے جیسے بے انجن کی گاڑی کہ اسکو ہاتھ سے ڈھیل کر کچھ دُور تک لیجایئے لیکن جہاں چھوڑ دیجئے گا رہجائیگی کیونکہ اسمین آگ نہیں پس یا تو خود انجن بنجاؤ کہ تمہارے اندر خدا کی محبت کی آگ بھری ہو نہیں تو کسی انجن کے ساتھ ہو لو اور اگر یہ بھی نہ ہو تو وہی حالت ہوگی جسکو پہلی مثال میں عرض کر چکا ہوں غرض حال نہ ہو تو عمل اکثر بیکار ہو جاتا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی سمجھئے کہ نرا حال بھی کافی نہیں بلکہ حال کے لئے عمل کا ہونا بھی ضروری ہے جسمیں عمل کا ظہور نہیں اس مین حال بھی یقیناً نہیں کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص صاحب حال ہو اور اسکا حال ہمیشہ چھپا ہی رہے کبھی ظاہر ہی نہ ہو اور حال کا ظاہر ہونا ہی عمل ہے دل کی حالت عمل ہی سے ظاہر ہوتی ہے دیکھو اگر کسی عاشق کی مدت کے بعد محبوب سے ملاقات ہو تو اسکی کیا حالت ہوتی ہے کہ اول تو اسکو دیکھتے ہی اُسکی تعظیم کے لئے زمین پر گر پڑیگا پھر جا کر اسکو لپٹ جائیگا کیا یہ ممکن ہے کہ محبوب کو دیکھے اور اُسکو حرکت بھی نہ ہو یوں ہی دیوار کی طرح کھڑا رہے تو اگر کسی شخص مین محبت خداوندی کا حال ہے تو اسکی کیا وجہ کہ اسکی حرکات سے کبھی اسکا ظہور نہ ہو ہمیشہ یہ حال چھپا ہی رہے آخر اسکا ظہور کیوں نہیں ہوتا اور وہ اطاعت خداوندی کیون نہیں کرتا غرض علم بھی ضروری عمل بھی ضروری حال بھی ضروری پس خوف حال ہی اسی سے عمل میں آسانی ہوتی ہے اسی سے عمل کی توفیق ہوتی ہے کیونکہ جبتک کسی چیز کا چسکا نہ ہو اسوقت تک کام کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور یہ بات کچھ دین کے کامون ہی کے ساتھ خاص نہین بلکہ حال ہی سے دنیا کے کام بھی چلتے ہیں دیکھئے اگر رات کے دو بجے کسی جگہ ریل میں جانا ہو تو ٹھیک وقت پر بلا کسی کے جگائے ہوئے آنکھ کھل جانا یہ حال ہی کی بدولت تو ہے کہ دل پر سفر کا خیال سوار ہو گیا پس کسی چیز کا دل میں رچ جانا ہی حال ہے۔

(۶) واقعی جو شخص بھی عشق کے رنگ میں آتا ہے بدنام ہوتا ہے ہمارے ایک دوست ہیں ڈپٹی کلکٹر جس روز سے انپر یہ محبت الٰہی کی حالت غالب ہوئی ہے دُنیا سے انکا دل برو ہو گیا ہے انکے خاندان کے لوگ اُن سے خفا ہیں اور میری شکایت کرتے ہین کہ قیامت مین

۲۳

ماہنامہ ہدایہ

ان سے اس بات کی پکڑ ہوگی کیونکہ یہ قوم کے لوگون کو تباہ کر رہے ہیں مگر میں اسکے جواب میں
وہی کہونگا جو کہ ہمارے بزرگ حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے ہی موقع
پر کہا تھا کہ میاں ہمکو بھی تو کسی نے بگاڑا ہے اسلئے ہم کو تو یہی بگاڑنا آتا ہے لوگ کیون ہمارے
پاس بگڑنے آتے ہین ہم کسیکو بلانے تو نہیں جاتے صاحبو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں نے
قوم کے کتنے لوگو نکو بگاڑ دیا نوکری سے میں منع نہیں کرتا تعلقات مین نہیں چھوڑاتا ہان یہ کہتا
ہون کہ فرعون نہ بنو کیونکہ آخر تم کسی کے بندے ہو تو بندگی کے طریقہ پر رہو غرض عاشق کے لئے
بدنامی لازمی ہے لیکن اسکو بدنامی کی ذرا پروا نہیں ہوتی بلکہ بدنامی سے دل مین اور جوش
پیدا ہوتا ہے اور ہمت بڑھتی ہے غرض یہ محبت اور حال چین سے نہیں رہنے دیتا بلکہ ہر وقت
گھنٹی سی بجتی رہتی ہے کہ چلو اور بیدار ہو اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ واقعی گھنٹی بجتی ہوگی بلکہ مطلب یہ ہی
کہ گھنٹی کا کام جگا دینے کا ہے انکے دل میں ہر وقت ایک چیز جوش دلاتی رہتی ہے اور وہی
حال ہے اسی نے بزرگو نکو بےچین کر رکھا ہے ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ رات بھر روتے
تھے ایک اور بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ وہ رات بھر پریشان رہتے تھے جب بیوی زیادہ
تقاضا کرتی تو آرام کرتے لیکن تھوڑی دیر مین پھر چونک کر اٹھ بیٹھتے اور فرماتے کہ کیا کرون یہ
آیت نہیں سونے دیتی. یٰایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارًا ○ ترجمہ. اے ایمان والو
بچاؤ تم اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والون کو آگ سے.

حاصل یہ کہ تقوے کے لئے آخرت کا فکر ضروری ہے یون سوچے کہ اس کے لئے
ایک بڑے سامان کی ضرورت ہے اور وہ ہمارے پاس ہے نہیں بالکل مفلس پراگندہ ہیں
اور یہ ایسا افلاس ہے کہ دنیا کا افلاس اسکے مقابلہ مین کچھ بھی نہین دنیا کی تنگدستی اور
اُسکا افلاس آخر ایک دن ختم ہو جاویگا اور اس افلاس کا کہیں خاتمہ نہیں وہان یہ حالت ہوگی
کہ بازار گرم ہوگا قسم قسم کی عمدہ چیزین سجی ہوگی مگر تمہاری جیب خالی ہوگی ذرا غور کرو اُسوقت
تمہاری کیا حالت ہوگی صاحبو ابھی وقت باقی ہے اپنا علاج کر لو اور وہان کے لئے سامان
جمع کر لو قرآن شریف میں ہے وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ ○ یعنی دیکھ لے ہر شخص
کہ کل کے لئے یعنی قیامت کے لئے کیا تیار کیا ہے اللہ کے بندون نے اسکے بہت سے

۳۴

تقوے کے حاصل کرنیکا طریقہ

خوف پیدا کرنیکا طریقہ

طریقے تبلادیئے ہیں ان مین سے ایک طریقہ یہ ہے کہ دن رات مین ایک وقت مقرر کرلو اور
اُس وقت بیٹھکر سوچا کرو سب سے اوّل یہ سوچو کہ خدا تعالےٰ کی کیا کیا نعمتین ہم پر ہیں اسکے
بعد یہ سوچو کہ ہمارا خدا تعالےٰ کے ساتھ کیا برتاؤ ہے ہم اسکی نعمتون کا کسقدر شکر ادا کرتے ہین
اور کچھ بھی نہیں تو صبح سے شام ہی تک کے گناہ گن ڈالے اُسکے بعد غور کرے کہ اگر ہمارا یہ
برتاؤ کسی دوسرے سے ہوتا خاصکر حاکم یا آقا سے اسطرح برتاؤ کرتے تو وہ کیا کرتا اور اسکے
بعد جو کچھ ذہن مین آئے اسکی بابت سوچے کہ خدا تعالےٰ بھی ہمارے ساتھ یہ کرسکتا ہے اسکے
بعد سوچے کہ میدان قیامت برپا ہے سورج سر کے قریب آگیا ہے سب بادشاہوں کے
بادشاہ کا اجلاس ہورہا ہے نہ کوئی طرفدار ہے نہ کوئی وکیل ہے اور اسی حالت مین مجھے پکارا
گیا ہے فرشتے آئے اور مجھکو پکڑ کرلے گئے اور وہان لیجاکر چھوڑ دیا اب مجھسے میرے اعمال
کی پوچھ گچھ ہورہی ہے اور میرے پاس کوئی جواب نہیں نہ کوئی ٹھکانا ہے کہ وہان بھاگ کر
پناہ لون ہان سامنے دوزخ ہے فرشتے پکڑ کر مجھکو دوزخ کیطرف لیجارہے ہین بس یہ سوچکر
فوراً سجدہ میں گر پڑو اور نہایت گڑگڑا کر خدا کی بارگاہ مین اپنے گناہون سے توبہ کرو اور روؤ　۲۵
اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت ہی بناؤ اور یہ دعا کرو کہ اے خدا میرے گناہون کو
معاف کر اور مجھے ہمت دے کہ مجھسے گناہ نہ ہون یہ تو رات کو کرے اور دن مین عالمون کی
کتابین لیکر پڑھے اور اپنے بچے اور بیوی کو بھی پڑھاوے اگرچہ بچے انگریزی بھی پڑھتے ہون
کیونکہ بدون علم دین کے یہ نری انگریزی دوزخ میں پہنچائے گی افسوس تم لوگ اولاد کو دوزخی
بنانے کے لئے پرورش کرتے ہو صاحب جب انکا یہ انجام ہوا تو انکے پیدا ہونے اور پرورش
کرنے سے کیا نفع ہوا اس سے تو پیدا نہ ہوتے اور بچپن ہی میں مرجاتے تو اچھا تھا غرض یہ کہ
دن مین عالمونکی کتابیں دیکھو اور جہان شبہ ہو اسے عالمون ہی سے دریافت کرلو جب یہ
دو کام شروع کردوگے تو خدا نے چاہا تو خود بخود اعمال کی توفیق ہوگی اور خدا کا خوف دل میں
پیدا ہوجائے گا پھر اعمال خود بخود درست ہوجائینگے اور یہ زندگی عمدہ زندگی ہوجائے گی
تم اپنی اس موجودہ زندگی پر کیا ناز کرتے ہو زندگی یہ ہے کہ ایسی حالت پیدا ہوجائے جسکو ہمیشہ
کی زندگی کہتے ہیں اور اگر کسیکو شبہ ہو کہ موت تو آئیگی پھر ہمیشہ کی زندگی کہان ہوئی تو سمجھو کہ وہ

موت ظاہری موت ہے وہ ایسی موت ہے جسکی تم خود خواہش اور تمنا کروگے کہ وہ آجائے تو یہ نفسانیت کی دیوار اُٹھ گو یا جسم کے چھوٹنے پر خوشی ہوگی اللہ اکبر کیا خوشی ہے صاحبو اس موت کو اللہ والے اتنا ہلکا سمجھتے ہین کہ اسکی تمنا کرتے ہیں اور اُس دوسری زندگی کا انکو ایسا یقین ہے کہ اسی یقین کے بعض اثر دُنیا میں بھی ظاہر ہونے لگتے ہین چنانچہ ہمارے حضرت مرشدؒ نے جس مرض میں انکا انتقال ہوا اسمیں ایک بزرگ سے یہ وصیت فرمائی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ لوگ میرے جنازہ کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے چلیں دیکھیئے انکو پورا یقین تھا کہ موت کے بعد اُس دوسری زندگی میں اس ذکر کا مزہ ملیگا مگر ان بزرگ نے کہا کہ مناسب نہین حضرت اسی پر راضی ہوگئے اور کیسکو اس وصیت کی اطلاع نہیں ہوئی اتفاق سے جسوقت جنازہ چلا اُسکے ساتھ ایک عرب بھی تھے انھون نے للکار کر کہا کہ خدا کا ذکر کرو چنانچہ ہونے لگا یہ کرامت ہے کہ ان حضرات کی خواہش پوری ہو کر رہتی ہے حضرات اگر روح مین زندگی نہ تھی تو یہ وصیتیں کیوں کیں اور فقط یہ نہیں کہ یہ انکا صرف خیال ہی ہو بلکہ بعض وقت اسکا اثر ظاہر بھی ہوگیا ہے حضرت سلطان نظام الدین اولیاؒ کی حکایت ہے کہ جب انکا انتقال ہوگیا اور جنازہ لے چلے تو جنازہ پر اُنکے ایک خادم نے بعض شعر پڑھنے شروع کئے لکھا ہے کہ ہاتھ کفن کے اندر بلند ہوگیا آخر یہ کس نے ہاتھ بلند کرادیا تھا پھر کیا یہ کہنا غلط ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں مگر مجھے خوف ہے کہ جاہل لوگ انکو زندہ سمجھکر کہین انسے مرادین نہ مانگنے لگین لیکن مرادین مانگنا زندون ہی سے کب جائز ہے جو اُن سے مانگنا جائز ہو دوسرے انسے مانگو تو وہ چیز مانگو جو اُنکے پاس ہو مال و دولت یا اولاد انکے پاس کہان جو وہ تم کو دیدیں اُنکے پاس تو صرف ایک چیز ہے جسکو ساری عمر انھون نے ڈھونڈھا اور اسی میں عمریں تمام کردین یعنے خدا تعالےٰ کو اُن سے مانگو تو آپکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ وہ زندگی کیسی زندگی ہے اور اسکے حاصل ہونے کا طریق کیا ہے یعنے علم دین سیکھو اُسپر عمل کرو اور اس عمل کو حال بنالو اس سے دین بھی درست ہوگا اور دُنیا بھی اور دُنیا کے ملنے سے یہ مراد ہے کہ تم کو پوری راحت نصیب ہوگی یہ نہیں کہ بہت سا مال ملجائیگا اب خدا تعالےٰ سے دُعا کیجئے کہ وہ علم کی توفیق دے۔ آمین +

سلسلہ تسہیل المواعظ کا سترہوان وعظ مسمےٰ بہ علم اور خوف کے فضائل ختم ہوا۔ اب اٹھارہوان وعظ انشاء اللہ تعالےٰ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے شروع ہوگا +

(۱) تو بطور آلیت استدلال علی بعض مسائل الالٰہی کے ہے جسکا مقصود ہونا عنقریب
مذکور ہوتا ہے چنانچہ اسکے ساتھ لآیات لاولی الالباب وغیرہ فرمانا اسکی دلیل ہے
اب ایک قسم تو حکمت نظریہ کی یعنے علم الٰہی اور حکمت عملیہ بجمیع اقسامہا باقی رہگئیں
چونکہ ان سب کو مقصد مذکور یعنی ادا حقوق میں دخل ہے ان سب سے کافی بحث
کی ہے چنانچہ حکمت عملیہ کے مباحث کے کمال میں تو خود متبعین فلاسفہ نے
بھی اعتراف کرلیا ہے کہ ان الشریعۃ المصطفویۃ قد قضت الوطر علی اکمل وجہ واتم تفصیل

(ح) کہ یہ کھیل ورزش ہیں اور ورزش موجب صحت ہے اور صحت پر قانون کا عملدرآمد
اور سب کام موقوف ہیں تو ایسے ضروری کام کے لئے قانون کی کتاب مین کیون کوئی باب نہ ہو
غرض چونکہ ریاضی اور طبعی کو ادائے حقوق خلق یا خالق میں کوئی دخل نہیں اسواسطے شریعت نے
انسے مقصوداً بحث نہیں کی ہاں حکمت نظریہ کی قسم اول یعنی علم الٰہی سے اور حکمت عملیہ کی تینون
قسمون یعنی تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ ان سب سے شریعت نے مفصل ومکمل
طور سے بحث کی ہے کیونکہ قسم اول یعنی علم الٰہی کو ادا حقوق خالق میں اور بقیہ تینون کو ادا حقوق
خلق میں بھی دخل ہے اور اگر کہیں کوئی بات علم ریاضی یا طبعی کی قرآن وحدیث میں آگئی ہے تو
نہ بوجہ مقصودیت کے بلکہ اس وجہ سے کہ اُس سے کوئی بات علم الٰہی کی ثابت ہوتی ہے چنانچہ
بہت جگہ مسئلہ ریاضی یا طبعی کے بیان کے بعد اسکی تصریح بھی فرمادی ہے مثلاً فرمایا ہے یقلب اللہ
اللیل والنہار یعنی حق تعالےٰ لوٹ پوٹ کرتا ہے رات کی اور دن کی اور ساتھ ہی اسکے فرمایا
ہے ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار یعنے اسمیں استدلال ہے قدرت کا اہل نظر کے لئے
اُس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دن اور رات کی لوٹ پوٹ کا بیان جو مسئلہ ہے علم طبعی کا اسواسطے
ہے کہ اُس سے علم الٰہی کا ایک مسئلہ یعنی قدرت حق ثابت ہو نہ یہ کہ جنتری وغیرہ بنانا سکھانا ہے
یہ کام شریعت کا نہیں اس کام کے لئے دوسرے فن موجود ہیں تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل
اور سیاست مدنیہ کے متعلق جو بحثیں شریعت مین ہیں وہ اسقدر مکمل اور اچھی ہین کہ فلاسفہ کے
پیروون نے مان لیا ہے کہ ان سے بہتر تعلیم نہیں ہوسکتی حتی کہ اپنی کتابون میں سے ان بحثوں کو
نکالدیا اور یہ عذر کیا کہ اِنَّ الشَّرِیعَۃَ المُصطَفوِیَّۃَ قَد قَضَتِ الوَطَرَ عَلیٰ اَکمَلِ وَجہٍ وَاَتَمِّ تَفصِیلٍ

(۱) اور علم الٰہی کے مباحث میں بھی دلائل کے موازنہ کرنے سے حکماء کو اسی اعتراف کی طرف مضطر ہونا پڑتا ہے پس مبحوث عنہ فی الشریعۃ ایک تو علم الٰہی ہوا جسکے فروع مین سے مباحث وحی و نبوت و احوال معاد بھی ہیں اسکا نام علم عقائد ہے اور دوسرا مبحوث عنہ حکمت عملیہ ہوئی جسکے اقسام وارده فی الشرع یہ ہیں عبادات اور معاملات اور معاشرات اور اخلاق اور یہ اقسام مشہور قسمون تہذیب اخلاق و تدبیر منزل و سیاست مدنیہ سے متغائر نہیں بلکہ باہم گر متداخل ہیں جو ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے غرض علوم شرعیہ پانچ ہوئے چارون یہ اقسام جو ابھی مذکور ہوئے اور عقائد مجھکو ان اجزاء پنجگانہ میں سب پر بحث مقصود نہیں بلکہ

(ح) یعنی شریعت اسلامی نے اس ضرورت کو یعنی حکمت عملیہ کے بیان کو بہترین طریق پر اور انتہائی تفصیل سے پورا کر دیا لہٰذا ہم اپنی کتاب مین اس بحث کو نہین رکھتے ۱ھ۔ رہی حکمت نظریہ سو اسکی دو قسمون یعنی علم ریاضی اور طبعی سے تو شریعت نے بالقصد بحث ہی نہیں کی جیسا کہ اوپر گزرا اور ایک قسم سے یعنی علم الٰہی سے بالقصد بحث کی ہے اس بحث کو فلاسفرونکی بحث سے موازنہ کر کے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہمیں بھی فلاسفرون کو یہی کہنا پڑیگا کہ شریعت اسلامی کے سامنے اسکے متعلق بھی کوئی ضرورت لب کشائی کی نہیں رہی بلکہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے۔

کسانیکہ زین راہ برگشتہ اند ✤ برفتند و بسیار سرگشتہ اند

اور

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ✤ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

امام رازیؒ کے اور شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاسفرونکی بحثیں علم الٰہی کے متعلق محض بازیچہ اطفال ہیں اور اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ ؎

فلسفی از عقل جوید راز او ✤ زان نباشد معرفت و ساز او

اور یہ کہنا صحیح ہوتا ہے چند خوانی حکمت یونانیان۔ حکمت ایمانیان را ہم بخوان) الغرض منجملہ حکمت کی چھ قسمون کے ریاضی اور طبعی کو چھوڑ کر شریعت نے چار قسمون سے بحث کی ہے وہ چار قسمیں یہ ہیں علم الٰہی اسکی شاخیں قرآن کا الہامی اور کلام الٰہی ہونا اور نبوت اور قیامت جنت

(ا) ان مین سے بعض ان امور پر جن پر نو تعلیم یافتون کو کسی جگہ شبہ ہو گیا ہے اور وہ شبہات چونکہ اعتقادی ہیں اس معنے کر سب مباحث سے مقصود جزو اعتقادی ہی پر کلام ٹھیرا اور ہر چند کہ مقتضا ترتیب کا یہ تھا کہ اول ایک قسم کے تمام ایسے مسائل سے فارغ ہو کر دوسری قسم کو شروع کیا جاتا مگر نظر بہ تجدید نشاط مخاطبین کیلئے مختلط طور پر کلام کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوا چنانچہ انشاء اللہ تعالے آگے اسی طور پر اپنے معروضات پیش کرونگا اور ان معروضات کا لقب انتباہات تجویز کرتا ہوں اور یہی تنبیہات مقاصد ہیں اس مجموعہ کے۔

(ح) دوزخ وغیرہ بھی ہیں اسکا نام علم عقائد ہے اور تینوں قسمیں حکمت عملیہ کی یعنی تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ اسکے نام شریعت میں یہ ہیں عبادات۔ معاملات۔ معاشرت۔ اخلاق گو نام شریعت میں دوسرے ہیں اور فلسفہ میں دوسرے مگر حقیقت ایک ہی ہے جیسا کہ ظاہر ہے بلکہ شریعت میں عبادات کا اضافہ ہے اس تک فلاسفروں کی رسائی نہیں ہوئی اور کیسے ہوتی عبادات حقوق خداوندی اور آداب سلطانی حضرت خالق جل شانہ کے اور آداب بلا بتائے حضرت سلطان کے کیسے مقرر ہو سکتے ہیں اس بتلانے ہی کا نام وحی ہے غرض شریعت مین پانچ قسم کے علم ہیں عبادات معاملات۔ معاشرات۔ اخلاق اور عقائد اس کتاب میں ان پانچون پر کلام کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ہر ایک مین سے صرف ان باتوں پر کلام کرنا ہے جن پر نئے تعلیم یافتہ اصحاب کو کچھ شبہات پیدا ہو گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ شبہات اعتقاد کے متعلق ہیں ان سے عقیدہ خراب ہوتا ہے ان شبہات کا حل کر کے اصلاح عقیدہ منظور رہی تو اعتقادیات ہی پر کلام اس کتاب کا موضوع اور مقصود ٹھیرا اور ہر چند کہ زیادہ مناسب یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان پانچون قسمون میں سے ہر ایک میں سے وہ باتیں چھانٹ کر جنپر شبہات ہیں ترتیب وار ایک ایک الگ الگ بیان کیجاتیں لیکن اس میں طول ہوتا اور ناظرین کی طبیعت میں تازہ بتازہ نشاط پیدا ہوتے رہنے کے لئے اس ترتیب کا لحاظ نہیں کیا گیا اور شبہات کو ایک مختصر اور جامع طریق سے مختلطاً بیان کیا جائیگا جسکی خوبی مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگی اس کتاب کا نام انتباہات (تنبیہات) تجویز کیا گیا پورا نام الانتباہات المفیدۃ عن الاشتباہات الجدیدۃ

(۱) اور ان مقاصد سے پہلے کچھ قواعد کی (جو ان مقاصد کے ساتھ اصول موضوعہ کی نسبت رکھتے ہین) تقریر کیجاتی ہے اور مقاصد کے مختلف مقامات پر ان قواعد کا حوالہ دیا جائے گا تاکہ تفہیم و تسلیم مین سہولت و معونت ہو اللہ تعالے مدد فرماوے فقط۔

اشرف علی عفی عنہ مقام تہانہ بہون ضلع مظفر نگر

(ح) ہے مناسبت نام بالکل واضح ہے اور کتاب کا اصل مقصود شروع کرنے سے پہلے چند اصول بیان کئے جائینگے جن پر تمام شبہات کے جوابون کی بنا ہے اور ان اصول کو جوابات سے وہ نسبت ہے جو اصول موضوعہ کو نسبت ہے اقلیدس کی شکلون سے کہ بلا ان کے جانے ہوئے کوئی شکل ثابت نہیں ہوسکتی اور ان کے جاننے کے بعد سب شکلیں ثابت ہوجاتی ہین ان اصول کو ایک جگہ لکھکر اور ثابت کرکے آگے مضامین میں ان ہی کا حوالہ دیا جائے گا جیسا اقلیدس میں ہر بات کے ثبوت میں کیا جاتا ہے بحکم اصول موضوعہ فلان (ناظرین کو پڑہنے سے معلوم ہوگا کہ) کس سہولت سے اور کس خوبی سے حضرت مصنف مدظلہ نے علم کلام جیسے ادق فن کی ہندی کی چندی کردی ہے بلا مبالغہ دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ (و ذلك فضل اللّٰه یوتیه من یشاء و من یوتی الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا)

۲۸

(۱) اُصول موضوعہ

نمبر ا۔ کسی چیز کا سمجھہ میں نہ آنا دلیل اسکے باطل ہونیکی نہیں

شرح

باطل ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ دلیل سے اسکا نہ ہونا سمجھہ میں آجاوے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں امرین یعنے ایک یہ کہ اسکا ہونا سمجھہ میں نہ آوے اور ایک یہ کہ اسکا نہ ہونا معلوم ہوجاوے فرق عظیم ہے اوّل کا (یعنے یہ کہ اُسکا ہونا سمجھہ میں نہ آوے) حاصل یہ ہے کہ بوجہ عدم مشاہدہ (دیکھنا ۱۲) اس چیز کے اسباب (ذرائع ۱۲) یا کیفیات کا ذہن کو احاطہ نہیں ہوا اسلئے ان اسباب یا کیفیات کی تعین (موجود ہونے کی صورتیں ۱۲) میں تحیر (حیرت ۱۲) و تردد ہے لیکن بجز اسکے کہ یہ کہے کہ یہ کیونکر ہوگا وہ اسپر قادر نہیں

(ح) نمبر ا۔ جیسا کہ کسی چیز کے موجود ماننے کیلئے ثبوت یعنی دلیل کی ضرورت ہے ایسے ہی اسکے نفی کا دعوے کرنے کے لئے بھی ثبوت یعنی دلیل کی ضرورت ہے اور اگر دونوں طرف کوئی دلیل عقلی یا معتبر خبر نہ ہو تو اس صورت میں کسی طرف کا دعوے کرنا صحیح نہ ہوگا نہ یہ کہہ سکیں گے کہ وہ چیز یقیناً موجود ہے اور نہ یہ کہہ سکینگے کہ وہ چیز یقیناً موجود نہیں ہوسکتی نتیجہ یہ ہے کہ اس صورت میں اگر کوئی خبر دے کہ وہ چیز موجود ہے تو اسکو جھٹلا نہیں سکتے خواہ وہ چیز عجیب ہو اور ہم نے کبھی دیکھی یا سُنی نہ ہو ہاں ایسی چیز کی خبر سُنکر تعجب ضرور ہوگا اور تعجب کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم نے اس چیز کے بنتے کے ذرائع اور سامان کو اور اس چیز کو بنتے ہوئے نہیں دیکھا ہے چاہے بہت ہی معمولی بات ہو مگر تنکے کی آڑ میں پہاڑ ہوتا

(ا) کہ اسکی نفی پر کوئی دلیل صحیح قائم کر سکے عقلی یا نقلی اور ثانی کا (یعنے یہ کہ اسکا نہ ہونا معلوم ہوجاوے) حاصل یہ ہے کہ عقل اسکی نفی پر دلیل صحیح قائم کر سکے عقلی یا نقلی مثلاً کسی دیہاتی نے جسکو ریل دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا یہ سنا کہ

(ح) ہے اور ذہن اس تک نہیں پہونچتا اور نئی چیز سمجھکر حیرت رہتی ہے اور جب اسکا سامان اور اسکو بنتے ہوئے دیکھ لیتے ہیں تو تعجب بھی رفع ہو جاتا ہے آجکل اسکی نظیریں ہزارہا موجود ہیں مثلاً گھڑی کہ جس شخص نے کبھی نہ دیکھی ہو اسکے سامنے بیان کیا جاوے کہ گھڑی ایک چیز ہے کہ وہ آٹھ دن تک آپ سے آپ چلتی رہتی ہے اور بولتی رہتی ہے اور اسمیں ایک سوئی جلدی جلدی ناچتی ہے اور ایک سوئی ہلکے ہلکے چلتی ہے اور ایک اتنی سست چلتی ہے کہ نظر بھی نہین آتی اور ایک سوئی (تاریخ کی سوئی) ایک مہینہ میں ایک چکر کرتی ہے تو وہ حیرت میں رہ جائیگا کہ کیا کرشمے ہیں بلکہ تعجب نہیں کہ کہہ اُٹھے کہ کیا خواب کی باتیں کر رہے ہو لیکن اسکو بار بار گھڑی دکھاؤ پھر کھولکر پرزے الگ الگ کر کے بھی دکھا دو پھر جوڑ کر چلتی کر کے دکھا دو تو اسکا تعجب جاتا رہیگا کیونکہ اب اس کو گھڑی کے اجزا اور انکے جوڑنے کی کیفیت اور چلنے کا سبب سب معلوم ہوگئے ہر نئی چیز کی یہی حالت ہوتی ہے جیسے دیاسلائی موٹر ہوائی جہاز تار ٹیلیفون گراموفون وائرلس ٹیلیگراف۔ (بے تار کا تار) وغیرہ لیکن سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تاوقتیکہ ان ہی چیزون کے پرزے اور جوڑ توڑ دیکھے بھی نہ ہون اور تعجب رفع نہ ہوا سوقت بھی یہ کسیکو مجاز نہیں کہ محض اس وجہ سے کہ ہماری سمجھ مین نہیں آئی یہ کہدے کہ یہ خبر غلط ہے کہ ایسی چیز موجود ہے کیونکہ اس نفی کے دعوے پر کوئی دلیل نہیں ہے اسیکو دوسرے لفظ میں یون کہا جاتا ہے کہ عدم علم کو علم عدم لازم نہیں اسیکا ترجمہ حضرت مصنف مدظلہ نے یون کیا ہے کہ کسی چیز کا سمجھ مین نہ آنا دلیل اسکے باطل ہونے کی نہیں اور چند مثالون سے ایسا واضح کر دیا کہ کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا چونکہ اصل کی عبارت بھی واضح ہے اس واسطے اسکے حل کو طول دینے کی ضرورت نہیں سمجھی صرف بعض الفاظ کا ترجمہ بین السطور کر دیا ہے۔

۳۰

(۱) ریل بدون کسی جانور کے گھسیٹنے کے خود بخود چلتی ہے تو تعجب سے کہیگا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ اسپر قادر نہیں کہ اسکی نفی پر دلیل قائم کرسکے کیونکہ اسکے پاس خود اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ بجز جانور کے گھسیٹنے کے گاڑی کی حرکت سریعہ ممتدہ کا کوئی اور سبب نہیں ہوسکتا اسکو سمجھ میں نہ آنا کہتے ہیں اور اگر وہ محض اسی بنا پر نفی کا حکم کرنے لگے اور راوی کی تکذیب کرنے لگے تو عقلاء اسکو بیوقوف سمجھیں گے اور اس بیوقوف سمجھنے کی بنا صرف یہی ہوگی کہ تیری سمجھ میں نہ آنے سے نفی کیسے لازم آئی یہ مثال ہے سمجھ میں نہ آنے کی اور اگر کوئی شخص کلکتہ سے ریل میں سوار ہوکر دہلی اترا اور ایک شخص نے اسکے روبرو بیان کیا کہ یہ گاڑی کلکتہ سے دہلی تک آج ایک گھنٹہ میں آئی ہے تو وہ مسافر اسکی تکذیب کریگا اور اسکے پاس اسکی نفی کی دلیل موجود ہے جو اپنا مشاہدہ[عہ] اور سو دو سو مشاہدہ کرنے والوں کی (جو اسی گاڑی سے اترے ہیں) شہادت ہے یہ مثال ہے اس کی کہ اسکا نہ ہونا سمجھ میں آجاوے اسیطرح اگر کسی نے یہ سُنا کہ قیامت کے روز پُل صراط پر چلنا ہوگا اور وہ بال سے باریک ہوگا چونکہ کبھی ایسا واقعہ دیکھا نہیں اسلیئے یہ تعجب ہونا کہ کیونکر ہوگا تعجب نہیں لیکن ظاہر ہے کہ اسکی نفی پر بھی عقل کے پاس کوئی دلیل نہیں کیونکہ سرسری نظر میں دلیل اگر ہوسکتی ہے تو یہ ہوسکتی ہے کہ قدم تو اتنا چوڑا اور قدم رکھنے کی چیز اتنی کم چوڑی تو اسپر پاؤں کا ٹکنا اور چلنا ممکن نہیں لیکن خود اسیکا کوئی ثبوت نہیں کہ مسافت کی وسعت قدم سے زیادہ ہونا عقلاً ضروری ہے اور یہ بات ہے کہ عادت یوں ہی دیکھی گئی ہے اسکے خلاف نہ دیکھا ہو یا دیکھا ہو مگر اتنا تفاوت نہ دیکھا ہو جیسے بعض کو رسی پر چلتے دیکھا ہے مگر اسمیں کیا محال ہے کہ وہاں عادت بدل دیجاوے[عہ]

عہ کیونکہ وہ خود اسی گاڑی سے اترا ہے اور دیکھتا آرہا ہے کہ گاڑی چوبیس گھنٹہ میں آئی ہے ۱۲

عہ جس خدا نے دُنیا میں یہ عادت مقرر کی ہے کہ چلنے کے لئے راستہ قدم کے قریب قریب چوڑا ہونا چاہیئے اسکی قدرت سے یہ بات باہر نہیں کہ بجائے اسکے یوں کردے کہ قدم سے کم چوڑے پر بھی چل سکیں پرندوں کو دیکھئے کہ انکو ہوا میں معلق چلنے کی قدرت دی ہے زمین میں پیر ٹیکنے کی مطلق ضرورت نہیں رہی ۱۲

(ا) اس بنا پر اگر کوئی تکذیب کریگا تو اسکی حالت ایسی شخص کی سی ہوگی جس نے ریل کے ازخود چلنے کی تکذیب کی تھی البتہ اگر کسی نے یہ سُنا کہ اللہ تعالےٰ قیامت میں فلان بزرگ کی اولاد کو اگرچہ وہ مومن بھی نہ ہون اس بزرگ کے قرب کی وجہ سے مقرب و مقبول بنا لیگا چونکہ اسکے خلاف پر دلیل قائم ہے اور وہ دلیل وہ نصوص ہیں جن سے کافر کا نہ بخشا جانا ثابت ہوتا ہے اسلئے اسکی نفی کیجاوے گی اور اسکو باطل کہا جاویگا یہ فرق ہے سمجھ میں نہ آنے اور باطل ہونے میں۔

نمبر ۲۔ جو امر عقلاً ممکن ہو اور دلیل نقلی صحیح اسکے وقوع کو تبلاتی ہو اسکے وقوع کا قائل ہونا ضروری ہے اسیطرح اگر دلیل نقلی اسکے عدم وقوع کو تبلا دے تو عدم وقوع کا قائل ہونا ضروری ہے۔

شرح واقعات تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جنکے ہونے کو عقل ضروری اور لازم بتلا دے مثلاً ایک آدھا ہے دو کا یہ امر ایسا لازم الوقوع ہے کہ ایک اور دو کی حقیقت جاننے کے بعد عقل اسکے خلاف کو یقیناً غلط سمجھتی ہے۔ اسکو واجب کہتے ہیں۔

۳۲

(ح) نمبر ۲ سب جانتے ہیں کہ کسی چیز کا ثابت ہونا دلیل پر موقوف ہے دلیل دو قسم کی ہوتی ہے عقلی اور نقلی دلیل عقلی اسکو کہتے ہین جو ایسے قواعد پر مبنی ہو جنکو عقل تسلیم کرتی ہو اور اسمیں کسی کے خبر دینے کی ضرورت نہ ہو جیسے حساب کے قواعد مثلاً ایک شخص دو آنہ روز تنخواہ پاتا ہے تو سال بھر میں اسکی تنخواہ کیا ہوگی جواب اسکا یہ ہے کہ سات سو بیس آنہ یا پینتالیس روپیہ ہوگئے یہ جواب ایسے قواعد سے نکل آیا جنکو عقل تسلیم کرتی ہے کسیکے خبر دینے کی احتیاج نہیں اور دلیل نقلی خبر دینے کو کہتے ہیں خبر دینا بھی ایسی چیز ہے جس سے کسی چیز کے وجود یا نفی پر یقین ہو سکتا ہے اور غور سے دیکھا جاوے تو دلیل نقلی ہی زیادہ تر کارآمد اور رائج ہے دلیل عقلی بہت کم باتون کے لئے ملسکتی ہے زیادہ تر نقلی ہی سے کام پڑتا ہے مثلاً تم کو یقین ہے کہ کلکتہ شہر ہے یا لندن شہر ہے یہ بات کسی دلیل عقلی سے ثابت نہیں ہوئی بلکہ دلیل نقلی سے یعنی خبر ملنے سے ثابت ہوئی ہے پھر جب ہم ان شہرون کو جانا چاہتے ہیں تب بھی دلیل نقلی ہی کی ہمکو ضرورت

(باقی آئندہ)

یعنی آپ بیفکر سووین اس پر کسیکو قدرت نہ ہوگی اسلئے کہ۔

تو بخفتہ نور تو بر آسمان — بہر پیکار تو زہ کردہ کمان

یعنی آپ سو رہے ہین اور آپ کا نور آسمان پر آپکی طرف سے لڑائی کیلئے کمان زہ کئے ہوئے ہے۔

فلسفی و آنچہ پوزش میکند — قوس نورت تیر دوزش میکند

یعنی فلسفی اور اسکا مُنہ جو کچھ کرتا ہے آپکے نور کی قوس اسکو تیر دوز کر دیتی ہے یعنی اسکو زک دیدیتی ہے مولانا فرماتے ہین کہ۔

آن چنان کرد و ازان افزون کہ گفت — او بخفت و بخت و اقبالش نخفت

یعنی حق تعالے نے ویسا ہی کیا بلکہ اس سے زیادہ جیسا کہ کہا تھا آپ سو رہے اور آپکا بخت و اقبال نہ سویا بلکہ بحمد اللہ تا ہنوز روز افزون و روبترقی ہے اللہم زد فزد آگے پھر موسئے علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہین کہ۔

۲۱۷

شرح حبیبی

جان بابا چونکہ ساحر خواب شد — کار او بے رونق و بے آب شد

ہر دو از گور شہ جوان گشتند تفت — تا بمصر از بہر آن پیکار رفت

چون بمصر از بہر آن کار آمدند — طالب موسیٰ و خانہ او شدند

اتفاق افتاد کان روز ورود | موسی اندر زیر نخلے خفتہ بود

پس نشان دادندشان مردم عیان | کش بنخلستان بجوئید این زمان

آمدند آن ہر دو تا خرمابنان | خفتہ بود او لیک بیدار جہان

بہر نازش بستہ بود او چشم سر | عرش و فرشش جملہ در پیش نظر

ای بسا بیدار چشم خفتہ دل | خود چہ بیند چشم اہل آب و گل

۲۱۸ وانکہ دل بیدار دارد چشم سر | گر بخسپد بر کشاید صد بصر

گر تو اہل دل نہ بیدار باش | طالب دل باش و در پیکار باش

ور دلت بیدار شد مے خسپ خوش | نیست غائب ناظرت از ہفت و شش

گفت پیغمبر کہ خسپد چشم من | لیک کے خسپد دلم اندر وسن

شاہ بیدارست و حارس خفتہ گیر | جان فدای خفتگان دل بصیر

وصف بیداری دل ای معنوی | در نگنجد در ہزاران مثنوی

چون بدیدندش کہ خفتست او و آن ‌‌— بہر دزدی عصا کردند ساز

ساحران قصد عصا کردند زود — کز پسش باید شدن آنگہ بود

اندکے چون پیشتر کردند ساز — اندر آمد آں عصا در اہتزاز

آنچنان بر خود بلرزید آن عصا — کان دو بر جا خشک گشتند از وجا

بعد ازاں شد اژدہا و حملہ کرد — ہر دواں بگریختند و روئے زرد

رو در افتادن گرفتند از نہیب — غلط غلطان منہزم اندر نشیب ۲۱۹

پس یقین شان شد کہ ہست از آسمان — زانکہ مے دیدند حد ساحران

پس ازیں رو علم سحر آموختن — نیست ممنوع و حرام و ممتہن

بعد ازان اطلاق و تب شان شد پدید — کارشان تا نزع و جان کندن رسید

پس فرستادند مردے در زمان — سوئے موسیٰ از برائی عذر آن

کامتحان کردیم ما را کے رسد — امتحان تو اگر نبود حسد

مجرم شاہیم و ما را عذر خواہ ‌ ‌ ای تو خاص الخاص درگاہ اللہ

عفو کردو در زمان نیکو شدند ‌ ‌ پیش موسیٰ ساجد و دو تو شدند

درگذار از ما کہ ما کردیم بد ‌ ‌ اے ترا الطاف و فضل بیعدد

گفت موسیٰ عفو کردم ای کرام ‌ ‌ گشت بر دوزخ تن و جان تان حرام

من شمارا خود ندیدم اے دو یار ‌ ‌ اعجمی سازید خود را از اعتذار

۲۲۰ ہمچنان بیگانہ شکل و آشنا ‌ ‌ در نبرد آئید پیش بادشاہ

انچہ باشد مر شمارا از فنون ‌ ‌ جمع آرید از برون واز درون

پس زمین را بوسہ دادند و شدند ‌ ‌ انتظار وقت فرصت مے بُدند

اب مولانا پھر قصۂ خواب کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مردہ نے کہا کہ بیٹا جب جادوگر سو جاتا ہے تو اسکا کام بے رونق اور بے آب وتاب ہو جاتا ہے یہ سُنکر وہ دونوں اسکی قبر سے مصر کی طرف اُس جنگ عظیم کیلئے تیزی کے ساتھ روانہ ہوگئے جب وہ اس کام کے لئے مصر میں آئے تو انھوں نے موسےٰ علیہ السّلام اور انکے دولت خانہ کو تلاش کیا اتفاق ایسا ہوا کہ جس روز وہ آئے اس روز موسےٰ علیہ السّلام ایک کھجور کے درخت کے نیچے سو رہے تھے جب انھوں نے لوگوں سے دریافت کیا تو انھوں نے انکو صاف پتہ یہ بتایا کہ اسوقت وہ

تم کو نخلستان میں ملینگے وہان تلاش کرو یہ سنکر وہ نخلستان میں آئے تو معلوم ہوا کہ وہ سو رہے ہیں لیکن یاد رکھو کہ انکی روح سوئی ہوئی نہ تھی بلکہ وہ بیدار تھی مگر انکی جسمانی آنکھیں بند تھیں اسلیے انکو ایک ایسے معشوق سے تشبیہ دیجا سکتی ہے جو جاگتا ہو مگر ناز سے آنکھیں بند کرے وہ سوتیکی حالت میں عرش و فرش سب کو بچشم قلب دیکھ رہے تھے انکی تو یہ حالت تھی کہ سوتے میں بھی جاگ رہے تھے اور بہت سے ایسے بھلے مانس ہیں کہ جاگتے میں بھی سوتے ہیں یعنی انکی چشم قلب بند ہے اور جسمانی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں لیکن بیچارے جسمانی لوگون کی آنکھیں کھلی ہو کر بھی کیا خاک دیکھ سکتے ہیں لیکن اگر یون کہا جاوے کہ وہ ظاہر ابھی سو رہے ہیں اور باطنا بھی تب بھی ایک حد تک صحیح ہے کیونکہ یہ بیداری بھی بمنزلہ خواب کے ہے برخلاف ان لوگون کے جنکا دل جاگتا ہے کیونکہ ایسے لوگون کا سونا بھی مثل بیداری کے ہے کیونکہ اگر جسمانی آنکھین بند ہوجاتی ہیں تو روحانی آنکھیں بجائے ان دو کے سو کھل جاتی ہیں پس جب اہل دل کی فضیلت معلوم ہو گئی تو اب تم اپنی حالت کو دیکھو اگر تم اہل دل نہیں ہو تو سونے کا موقع نہین بلکہ تم کو ذکر اللہ کیلئے رات کو جاگنا چاہیئے اور اصلاح قلب اور مخالفت نفس و شیطان کرنا چاہیئے اور اگر تمہارا دل بیدار ہو چکا ہے تو مزے سے پاؤں پھیلا کر سو اب تمہاری چشم قلب سے کوئی معتد بہ چیز غائب نہ ہوگی نہ کم نہ زیادہ چنانچہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سونے کی حالت میں میری آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا اور جبکہ بادشاہ یعنی دل بیدار ہوا ور محافظ یعنی جسم سوتا ہو تو سویا کرے کیا مضائقہ مصیبت تو جب ہے کہ بادشاہ سو جاوے ارے وہ لوگ قربان ہو جانے کے قابل ہین جو سوتے ہون مگر قلوب اُنکے مشاہدہ جمال حق میں مصروف ہون واقعی بات یہ ہے کہ بیداری قلب بڑی دولت ہے اگر اُسکی تعریف کیجاوے تو ہزارون مثنویان بھی اسکے لئے کافی نہ ہون! اسلیے ہم اسکو مختصر کرتے ہیں اور اصل قصہ بیان کرتے ہیں جبکہ انھون نے موسے علیہ السلام کو دیکھا کہ پاؤں پھیلائے سو رہے ہین تو عصا کو چرانے پر اتفاق کیا اسکے بعد اسکو چرانے کا قصد کیا اور چاہا کہ پیچھے سے جا کر چپکے سے اڑالیں جوں ہی وہ کسیقدر آگے بڑھے فوراً عصا کو جنبش شروع ہوئی وہ کچھ اس طرح سے ہلا کہ اسکو دیکھتے ہی وہ دونون خوف سے سوکھ گئے اسکے بعد وہ اژدہا بنا اور ان پر حملہ کیا

۲۲۱

تو وہ بھاگے اور مارے خوف کے چہروں کی رنگت زرد ہو گئی فرط دہشت سے اچھی طرح بھاگ بھی نہ سکتے تھے بلکہ گر گر پڑتے تھے مگر وہ گرتے پڑتے کسی نشیب کے اندر بھاگ ہی گئے اب تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ تصرف حق سبحانہ ہے اسلئے کہ وہ ماہر فن تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ بات ساحروں کی طاقت سے باہر ہے پس اگر کوئی جادو اس غرض سے سیکھے کہ تصرف حق سبحانہ اور تصرف جادوگران میں امتیاز کر سکے تو نہ ممنوع و حرام ہے اور نہ ذلیل کام خیر یہ تو استطراداً مذکور ہو گیا اب سنو کہ اسکے بعد انکی کیا حالت ہوئی وہ بھاگ تو گئے مگر انکو دست لگ گئے اور بخار چڑھ آیا حتےٰ کہ قریب المرگ ہو گئے جب یہ حالت ہوئی تو کسی شخص کو فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس معذرت کے لئے بھیجا اور کہا کہ ہم نے آپکا امتحان کیا لیکن اگر فی الجملہ حسد کی آمیزش نہ ہوتی تو ہم کو آزمایش کب زیبا تھی پس ہمارے حسد نے یہ نوبت پہنچائی پس اے درگاہ حق سبحانہ کے خاص الخاص بندے ہم اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہیں آپ ہم کو معاف فرماویں موسےٰ علیہ السلام نے انکا قصور معاف کر دیا اور وہ اچھے ہو گئے اسکے بعد خود حاضر خدمت ہوئے اور نہایت تعظیم و تکریم کی اور کہا کہ ہم نے بُری حرکت کی آپ ہم کو معاف فرمادیں آپکے الطاف و افضال بے حد و نہایت ہیں لہذا اس خطا کو معاف کر دینا آپ کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے معاف کیا اور میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اب تم پر دوزخ حرام ہو گئی ہے کیونکہ تم مسلمان ہو گئے ہو میں نے تم کو دیکھا بھی نہیں تھا پس اب تم معذرت کو بالکل بھول جاؤ اب میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم بادشاہ کے سامنے مقابلہ میں یوں آنا جیسے کہ تم مجھے جانتے ہی نہیں اور اپنے ہنر خوب دکھلانا اور بالکل کمی نہ کرنا کیونکہ اس سے فرعون پر کافی طور پر حجت قائم ہو گی ورنہ وہ خیال کریگا کہ اگر یہ لوگ پوری کوشش کرتے تو میں غالب ہو سکتا تھا لیکن یہ کمبخت دشمن سے مل گئے اور اپنے ہم پیشہ کی رعایت کر کے مجھے شکست دلادی یہ سنکر وہ آداب بجا لا کر روانہ ہو گئے اور موقع کے منتظر رہے۔

۲۲۲

موسیٰ علیہ السلام کی حکایت کا بقیہ

جان بابا چونکہ ساحر خواب شد ‌ ‌ ‌ کار او بے رونق و بے آب شد

یعنی (اُس مُردہ ساحر نے کہا کہ) اے جان پدر جب ساحر سو گیا تو اسکا کام بے رونق اور بے آب ہو گیا اسلئے کہ متصرف وہ ہی تھا اب اُسکا تصرف باطل ہو گیا۔

ہر دو از گورش روان گشتند و تفت ‌ ‌ ‌ تا بمصر از بہر آن پیکار رفت

۲۲۳

یعنی وہ دونوں اسکی قبر سے جلدی سے روانہ ہو گئے یہانتک کہ مصر میں اس مقابلہ عظیم کیلئے آئے۔

چون بمصر از بہر آن کار آمدند ‌ ‌ ‌ طالب موسیٰ و جائے او شدند

یعنی جب مصر میں اُس کام کے لئے آئے تو موسیٰ علیہ السلام اور انکی قیامگاہ کے متلاشی ہوئے۔

اتفاق افتاد کان روز ورود ‌ ‌ ‌ موسیٰ اندر زیر نخلے خفتہ بود

یعنی اتفاق ایسا پڑا کہ اُس ورود (ساحران) کے دن میں موسیٰ علیہ السلام ایک کھجور کے نیچے سو رہے تھے۔

پس نشان دادندشان مردم بدو ‌ ‌ ‌ کہ برو زان سوئے نخلستان بجو

یعنی لوگوں نے ان ساحروں کو ان کا نشان بتایا کہ جاؤ اور اس نخلستان کے اس طرف تلاش کرو۔

چون بیامد دید در خرما نیان خفتہ کو بود بیدار جہان

یعنی جب وہ آئے تو انھون نے کہجور کی جڑ میں ایک سویا ہوا دیکھا جو کہ جہان کا بیدار تھا یعنی قلب کے اعتبار سے سارے جہان سے زیادہ بیدار تھا اسکو دیکھا کہ وہ سو رہا ہے اب یہاں شبہ سا ہوا کہ جب بیدار تھے تو سو کیون رہے تھے اسکو فرماتے ہیں۔

بہر نازش بستہ او دو چشم سر عرش و فرشش جملہ در پیش نظر

یعنی ناز کی وجہ سے انھون نے سر کی دونوں آنکھیں بند کرلی تھیں مگر عرش و فرش سب انکی پیش نظر تھا مطلب یہ کہ اگرچہ وہ ظاہر میں سو رہے تھے مگر اصل میں وہ بیدار تھے اسلئے کہ انکا قلب بیدار تھا مگر جسطرح کہ بچہ ماں کی گود میں لیٹ کر آرام اور ناز کی وجہ سے آنکھیں بند کرلیتا ہے اسیطرح انھون نے ان دونون چشم سر کو بند کرلیا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ

۲۲۴

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل خود چہ بیند چشم اہل آب و گل

یعنی بہت سے ایسے ہیں کہ بیدار چشم ہیں اور دل سویا ہوا ہے تو آب و گل کی آنکھ خود کیا دیکھ سکتی ہے مطلب یہ کہ جب یہ چشم آب و گل کہلی ہوگی تو یہ سوائے ان ظاہری چیزوں کے اور کیا دیکھیگی ظاہر ہے کہ اسکی نظر تو ان ہی پر رہیگی۔

وانکہ دل بیدار دارد چشم سر گر بخسپد بر کشاید صد بصر

یعنی اور جو کہ دل بیدار رکھتا ہے تو اگر چشم سر سو بھی جاوے تو وہ سیکڑوں آنکھیں کھول دے۔

گر تو اہل دل نہ بیدار باش طالب دل باش و در پیکار باش

یعنی اگر تو اہل دل نہیں ہے تو جاگا کر اور دل کا طالب اور (نفس کی) لڑائی میں رہ مطلب یہ کہ اگر تم کو بیداری قلب نصیب نہیں ہے تو خیر ا تو تکو ان آنکھون ہی کو کھولے رکھو کہ اسی سے بہت کچھ ہو جاوے گا۔

(باقی آئندہ)

الحدیث متفق علیه من حدیث ابی هریرة لن یدخل احدکم عمله الجنة قالوا ولا انت یارسول الله قال ولا انا الا ان یتغمدنی الله منه بفضل رحمته وفی روایة لمسلم ما من احد یدخله عمله الجنة الحدیث واتفقا علیه من حدیث عائشة وانفرد به مسلم من حدیث جابر

ف صریح فی ما قالوا ان اصل مناط الوصول وعلته هو الجذب لا السلوک المحض نعم لا ینکر اشتراطه فی الاکثر وعبارة بعضهم فیه جذبة من جذبات الحق تعالے خیر من عمل الثقلین

الحدیث حدیث عقبة بن عامر

حدیث بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ کی حدیث سے روایت کیا کہ کسی شخص کو اوس کا عمل جنت میں داخل نہ کرے گا۔ لوگوں نے عرض کیا اور نہ آپ (عمل سے داخل جنت ہوں گے) یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اور نہ میں مگر یہ کہ اللہ تعالی مجکو اپنے فضل و رحمت میں ڈھانک لے اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اوسکا عمل اوسکو جنت میں داخل کردے الخ اور بخاری و مسلم دونوں اس پر متفق ہیں حضرت عائشہ کی حدیث سے اور مسلم اس میں منفرد ہیں جابر کی حدیث سے **ف** حدیث صریح ہے اوس مضمون میں جو اہل طریق نے فرمایا ہے کہ اصل مدار اور علت وصول جذبہ (الہیہ) ہے نہ کہ محض سلوک (اور اعمال) البتہ عمل کے شرط ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا اکثر احوال میں اور بعض نے اسکو اس عبارت سے تعبیر کیا ہے کہ حق تعالے کا ایک جذبہ جن و انس کے تمام اعمال سے افضل ہے ✤

حدیث عقبہ بن عامر کی حدیث کہ جب

اذا رایتم الرجل یعطیہ اللہ ما یحب وھو مقیم علی معصیتہ فاعلموا ان ذلک استدراج الحدیث احمد والطبرانی والبیہقی فی الشعب بسند حسن ف شمل ما یحب المواجید والاذواق فلا یستدل بوجودھا علی بقاء النسبۃ الباطنیۃ کما اغتربھا المبطلون المدعون لقوۃ نسبتھم بحیث لا تزول بالمعاصی فالمجتمع مع المعاصی لیست ھی النسبۃ المطلوبۃ التی ھی تعلق من العبد بالذکر والطاعۃ ومن الحق بالرضا

تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالی اوسکو تمام اوسکی خواہشیں اور مرادیں دے رہا ہے اور وہ اپنے معصیت پر مصر ہے تو سمجھ لو کہ یہ استدراج ہے روایت کیا اسکو احمد اور طبرانی نے اور بیہقی نے شعب میں سند حسن سے **ف** مرادیں میں مواجید واذواق بھی داخل ہوگئے پس اون کے بقاء سے نسبتہ باطنیہ پر استدلال نہ کیا جاوے جیسا کہ اہل باطل کو دہوکا ہوگیا ہے جو دعوی کرتے ہیں کہ اون کی نسبت باطنیہ ایسی قوی ہے کہ معاصی سے بھی زائل نہیں ہوتی اس لئے کہ جو چیز معاصی کیساتھ جمع ہو جاتی ہے وہ نسبت مطلوبہ نہیں ہے جسکی حقیقت یہ ہے کہ عبد کی جانب سے (حق کے ساتھ) ذکر و طاعت کا تعلق ہو اور حق کی جانب سے (عبد کے ساتھ) رضا کا تعلق ہو اور ظاہر ہے کہ معاصی کے ساتھ رضا کہاں

بقاء الاحوال مع المعاصی استدراج

استدراج بودن بقاء احوال مع المعاصی

۱۱۰

کتاب الخوف والرجاء

کتاب الخوف والرجاء

الحدیث حدیث زید الخیل جئتک لا سالک

حدیث زید خیلی کی جو یہ حدیث ہے کہ میں ئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے یہ پوچھوں

عن علامة الله فیمن یریدہ وعلامتہ فیمن لا یریدہ الحدیث الطبرانی فی الکبیر من حدیث ابن مسعود بسند ضعیف وفیہ انہ قال لہ انت زید الخیر وکذا قال ابن ابی حاتم سماہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخیر لیس یروی منہ حدیث وذکرہ فی حدیث یروی فقام زید الخیر فقال یا رسول اللہ الحدیث سمعت ابی یقول ذلک وتمامہ فقال کیف اصبحت قال اصبحت احب الخیر واھلہ و اذا قدرت علی شئی منہ سارعت الیہ

کہ اللہ تعالیٰ کی کیا علامات ہیں اوس شخص کے متعلق جسکو وہ چاہتے ہوں اور اوس شخص کے متعلق جسکو وہ نہ چاہتے ہوں اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود کی حدیث سے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور اوسمیں یہ بھی ہے کہ آپنے اون سے فرمایا تو زید خیر ہے (آپنے خیل کو خیر سے بدل دیا) اور اسیطرح کہا ہے ابن ابی حاتم نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کا نام خیر رکھدیا اون سے کوئی حدیث مروی نہیں اور اُنہوں نے اون کا ذکر صرف ایک حدیث میں کیا ہے جو مروی ہے یعنی زید خیر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اخیر حدیث تک میں نے اپنے باپ سے سُنا ہے کہ یہ فرماتے تھے اور تتمہ اوس کا یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے کس حال میں صبح کی انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں خیر سے اور اہلِ خیر سے محبت کرتا ہوں اور جب میں کسی خیر پر قادر ہوتا ہوں تو اوسکی طرف

وایقنت بثوابہ واذا فاتنی منہ شئی حزنت علیہ و حننت الیہ فقال ہذہ علامۃ اللہ فیمن یرید ولو ارادک للاخری ہیاک لہا ثم لا یبالی فی ای اودیتہا ہلکت **ف** فیہ ما قد صرحوا بہ من ان الرجاء المحض بدون العمل مع القدرۃ علیہ غرور محض

کون الرجاء بدون العمل غرورا
غرور بودن رجاء بدون عمل

الحدیث لا یموتن احدکم الا وہو یحسن الظن باللہ مسلم من حدیث جابر **ف** یدل باطلاقہ علی کون الرجاء غیر مشروط بالعمل مع العجز عنہ کما فی قرب الموت

۱۱۳

اعتبار رجاء مع العجز عن العمل
اعتبار رجاء نزد عجز از عمل

دوڑتا ہوں اور اوس کے ثواب کا یقین کرتا ہوں اور جب کوئی خیر میرے ہاتھہ سے نکل جاتا ہے میں اوسپر غمگین ہوتا ہوں اور اوسکی طرف مشتاق ہوتا ہوں آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی علامت ہے اوس شخص کے متعلق جسکو وہ چاہتے ہیں اور اگر تمکو کسی دوسری بات کیلئے چاہتے (یعنی ضلال و وبال کیلئے) تو تم کو اوس کے لیئے تیار کرتے پھر پروا بھی نکرتے کہ تم اوسکے کسی وادی میں بھی ہلاک ہو جاتے۔ **ف** اسمیں وہ مسئلہ ہے جسکی محققین نے تصریح کی ہے کہ رجاء محض بدون عمل کے باوجود عمل پر قادر ہونیکے محض نفس کا فریب ہے۔

حدیث - تم میں سے کسیکو موت نہ آنے پائے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کیساتہ گمان نیک رکھتا ہو روایت کیا اسکو مسلم نے جابر کی حدیث سے **ف** یہ حدیث اپنے اطلاق سے استدلال ہے کہ رجاء عمل کیساتہ مشروط نہیں جبکہ عمل پر قدرت نہو جیسا موت کے قرب میں حالت ہوتی ہے۔

باقی آئندہ

صالحہ کی توفیق ہوجاوے مولانا امراء سے بہت مجتنب رہتے تھے مگر مولوی یوسف
صاحب کے ارشاد کو رد نہ کرسکے اور مولوی صاحب کے ساتھ نواب صاحب کے پاس
تشریف لے گئے جس کمرہ مین نواب صاحب تھے وہان مسند تکیہ لگا ہوا تھا جب مولانا
وہان پہنچے ہین تو نواب صاحب نے تعظیم دی اور مسند پر بٹھانا چاہا گو مولانا کی طبیعت میں
نہایت ہی انکسار تھا مگر مولانا نے اسوقت نہ طبعی انکسار سے کام لیا اور نہ مولوی محمد یوسف
صاحب کا خیال کیا اور بے تکلف بیچ میں مسند پر بیٹھ گئے آپ کے ایک جانب مولوی
محمد یوسف صاحب مسند اور تکیہ کے ایک کنارہ پر نہایت ادب کے ساتھ بیٹھ گئے اور
دوسری طرف تکیہ کے قریب نواب صاحب بیٹھ گئے اور ہم لوگ سامنے بیٹھ گئے اسکے
بعد مولانا نے فرمایا کہ وعظ تو مجھے آتا نہین مگر اسوقت ایک بات کہتا ہون وہ یہ کہ بادشاہ
کے خدام میں مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہین کچھ وہ لوگ ہوتے ہین جنکے متعلق خدمات ملکی
ہوتی ہین مثلاً وزراء قضاۃ عمال وغیرہ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہین جنکے متعلق دربانی وغیرہ
معمولی کام سپرد ہوتے ہین اور کچھ وہ لوگ ہین جو بادشاہ کے مصاحب ہوتے ہین
اور بادشاہ کے جنپر انعام واحسان جسقدر زیادہ ہوتے ہیں ان سے وہ اسیقدر اطاعت
کا زیادہ متوقع ہوتا ہے اور اس بناء پر اگر ان لوگون میں سے جنپر بادشاہ کے انعامات
زیادہ ہین کسیوقت کوئی حکم شاہی کی تعمیل میں کوتاہی کرتا ہے تو اسپر بادشاہ کا عتاب
بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے جتنی کہ اسپر عنایت زیادہ تھی مثلاً اگر کوئی مصاحب یا وزیر خلاف ورزی
کرے تو اسپر بادشاہ کا عتاب اُس سے زیادہ ہوگا جتنا کہ ان سے کم رتبہ لوگونکی خلاف ورزی
پر ہوتا جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھنا چاہیئے کہ امراء پر حق تعالےٰ کے انعامات واحسانات
بحیثیت اُنکے دولتمند ہونے کے غرباء سے بحیثیت اُنکے افلاس کے بہت زیادہ ہیں
اسلئے حق تعالےٰ انکے بہ نسبت غرباء کے اطاعت بھی اتنی ہی زیادہ چاہتا ہے جتنے کہ ان پر
اسکے احسان زیادہ ہین اور انکے خلاف ورزی پر سزا بھی اُنکو اتنی ہی زیادہ دیگا بس امراء
پر لازم ہے کہ وہ حق تعالےٰ کی اطاعت میں غرباء سے زیادہ کوشش کریں ورنہ انکو غرباء
سے بہت زیادہ سزا ہوگی یہ خلاصہ ہے مولانا کی تقریر کا اور مولانا نے اسکو بہت

۹۷

پہلاؤ کے ساتھ اور نہایت دلکش پیرایہ میں بیان فرمایا تھا۔

حاشیہ حکایت (۴۱) قولہ بے تکلف بیچ میں مسند پر بیٹھ گئے۔

اقول یہ مخالفت طبیعت کی اعزاز دین کے لئے کرنا جیسا کہ مجاہدہ عظیمہ ہے اسی طرح عدل و حکمت کی بھی اعلےٰ دلیل ہے یہ لوگ ہیں جنکی مراد اللہ کے لئے ہے خواہ صورت میں وہ ذلت ہو خواہ عزت ہو (**شت**)

(۴۲) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ روایت مین نے بہت سے لوگون سے سُنی منجملہ اُنکے مولوی سراج احمد صاحب خورجوی میانجی عظیم اللہ صاحب خورجوی اور میانجی رحیم داد صاحب خورجوی ہین یہ حضرات فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ قلعہ مین کسی شاہزادہ نے مولانا محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اور انکے خاص لوگونکی دعوت کی اور اسکے ساتھ ہی انکے مخالفین جیسے حاجی قاسم اور مولوی کریم اللہ اور انکے ہم خیال لوگونکو بھی مدعو کیا جب یہ سب لوگ دسترخوان پر بیٹھے اور کھانا سامنے رکھا گیا اور لوگون نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑہائے تو اس شاہزادے نے کہا کہ صاحبو میں آپ صاحبون کو اطلاع کرتا ہون کہ میران کا بکرا ہے اب جس کا جی چاہے کھائے اور جس کا جی چاہے نہ کھائے۔ اسپر مولوی محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اور آپکی جماعت نے ہاتھ کھینچ لئے جب مخالف پارٹی نے یہ دیکھا تو انھون نے بھی ہاتھ کھینچ لئے اسپر اس شاہزادہ نے کہا کہ مولوی اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب تو اسکو حرام کہتے ہین انھون نے تو اس لئے ہاتھ کھینچے آپ لوگ تو اسے جائز کہتے ہیں آپ نے کیون ہاتھ کھینچ لئے آپ صاحب کھائین مگر کسی نے نہ کھایا اسپر شاہزادہ نے کہا کہ میں قسم کھاکر کہتا ہون کہ یہ میران کا بکرا نہیں ہے بلکہ میں نے یہ صرف امتحان کے لئے کہا تھا کہ دیکھون کون اپنے خیال میں سچا ہے اور کون جھوٹا اب مجھے معلوم ہوگیا میں درخواست کرتا ہون کہ آپ صاحبان بے تکلف کھائیں اور حکم دیا کہ جو جو شخص اسکو حلال کہتا ہے اسکو دسترخوان سے اٹھا دیا جاوے اسپر حاجی قاسم اور مولوی کریم اللہ کی جماعت کو اٹھا دیا گیا اور شاہ اسحٰق صاحب کی جماعت نے کھانا کھایا۔

۹۸

حاشیہ حکایت (۸۲) قولہ مگر کسی نے نہ کھایا اقول یہ ہاتھ کھینچنا جیسا حق کے رعب کی دلیل ہے اسیطرح اسکی بھی دلیل ہے کہ اُس زمانہ کے اہل ہوئے پھر غنیمت تھے کہ عملی تقوی کو اپنی بات کی پچ کے لئے نہیں چھوڑا یہ بات بھی قابل قدر ہے اور احقر نے استاذی مولانا محمد یعقوب صاحب سے اس قصہ میں اتنا اور سُنا تھا کہ ان صاحبوں نے یہ بھی کہا کہ حرام تو ہم بھی سمجھتے ہیں مگر انکی ضد میں حلال کہدیا کرتے ہیں (اشرف)

(۸۳) خانصاحب نے فرمایا کہ نواب اعظم علی خان کے یہان ایک قصہ خوان نوکر تھا اور یہ قصہ خوان بہادر شاہ کا قصہ خوان تھا اور اس سے بڑھکر دہلی میں کوئی قصہ خوان نہ تھا۔ نواب صاحب کے یہان اسے تیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی اسکے اندر یہ کمال تھا کہ کیسا ہی ہکلایا تو تلایا اور کسی قسم کا آدمی ہو اسکی اسطرح نقل کر دیتا تھا کہ اصل اور نقل میں امتیاز نہ ہوسکتا تھا ایک مرتبہ مولانا نانوتوی خورجہ تشریف لائے اور اعظم علی خان نے مولانا کی دعوت کی یہ قصہ خوان رافضی تھا اس نے مولانا سے سوال کیا کہ حضرت مین ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہون مولانا نے اجازت دی اُس نے عرض کیا کہ خلافت کی قابلیت کس مین تھی اور ابوبکر صدیق کیسے خلیفہ ہوگئے جبکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو خلیفہ نہ بنایا تھا اسکے جواب مین مولانا نے فرمایا کہ مین جواب عرض کرتا ہون مگر تم اسکے درمیان مین نہ بولنا جب مین تقریر ختم کرچکون اسوقت جو کچھ شبہ ہو سکو پیش کرنا اس نے کہا بہت اچھا مولانا نے فرمایا کہ اگر کوئی پہلوان یا پھکیت یا بکینٹ بیمار ہوجاوے اور اس وجہ سے کُشتی یا پھکیتی یا بکنٹ خود نہ سکھا سکے اور حیب سکھانے کا وقت آوے اسوقت اپنے کسی شاگرد سے کہدی کہ تو سکھا دیا کوئی رئیس یا اہل کار کہیں جاوے اور اپنے کام کے متعلق اپنے بیٹے یا کسی عہدہ دار سے کہہ جاوے کہ میرا کام تم کرنا اور اغراض مامورین اس خدمت مفوضہ کو انجام دین تو یہ استخلاف عملی ہوگا اور اس قسم کا استخلاف اس استخلاف سے کہیں بڑھکر ہے جو فقط اس کہنے سے ہو کہ فلان میرا خلیفہ ہے جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہوگیا تو اب دوسرا مقدمہ سُنو اور اسکو ذرا غور سے سُنو ارکان اسلام چار ہین نماز روزہ حج زکوۃ مگر دو انمین اصل ہیں اور دو انکے تابع نماز اصل ہے اور زکوۃ اسکے تابع اور حج اصل ہے اور روزہ اسکے تابع۔ کیونکہ نماز کا تعلق

براہ راست حق تعالےٰ سے ہے اور وہ اسکے دربار کی حاضری اور اسکی تعظیم اور اس سے عرض معروض کا نام ہے اور زکوٰۃ کا تعلق بلا واسطہ محتاجون اور فقراء سے ہے پس نماز کے مقابلہ مین زکوٰۃ ایسی ہے جیسے کوئی بادشاہ اہل دربار کو اپنے دربار میں پانچ وقت حاضری کا حکم دے اور یہ بھی حکم دے کہ ہماری طرف سے جو انعامات وصلات تم کو وقتاً فوقتاً ملے ہیں اُن میں سے کچھ ہمارے غریب رعایا کو بھی جو دربار کے راستہ مین خیرات کے موقع پر بیٹھ جاتے ہیں دیدیا کرو سو ظاہر ہے کہ حاضری دربار مقصود ہے اور صدقہ وخیرات اُسکے تابع اور یہی وجہ ہے کہ حق تعالےٰ نے تقریباً ہر جگہ قرآن میں زکوٰۃ کو نماز کے بعد بیان فرمایا ہے اور یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکوٰۃ اور اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وغیرہ وغیرہ فرمایا ہے۔

اسیطرح حج کا تعلق براہ راست حق تعالےٰ سے ہے کیونکہ اس میں محبوب کے در دولت پر حاضر ہوکر اپنے عشق ومحبت کا اظہار ہے اور روزہ میں کسر شوکت نفس ہے جو مانع ہے اس محبت وعشق سے اور ان خامیون کو دفع کرتا ہے جو اس ناصح نامہربان نفس امارہ کی بدولت اسکی خدمات میں پیدا ہوگئی ہیں اسی لئے روزے تیس مقرر کئے گئے اور حج کا وقت رمضان کے بعد سے شروع کیا گیا کیونکہ آخری وقت حج سے (کہ ۹ ذیحجہ ہے) رمضان تک (باوخال غایت) دس مہینے ہوتے ہین (بحذف کسر کہ ثلث ماہ سے بھی کم ہے) پس ہر مہینے کے لئے تین مسہل (یعنی روزے) تجویز کئے گئے اور ان سب کو ایک مہینے مین (یعنی رمضان میں) جمع کر دیا گیا (کہ تیس روزے فرض کر دئے) تا کہ دس مہینون مین جسقدر نفس امارہ کی وجہ سے عشق ومحبت کے جذبات مین خامی اور خلل آگیا ہے ان مسہلون سے اسکی تلافی ہو جاوے اور وہ اس قابل ہو سکے کہ محبوب کے در دولت پر حاضر ہوکر صحیح طور پر اپنی محبت کا اظہار کر سکے اور جب رمضان مین وہ ان مسہلون سے اس قابل ہو گیا تو اب یکم شوال سے اسکو اجازت ہوئی کہ اب آؤ اور آکر اپنی محبت کا اظہار کرو یعنی اسوقت سے حج کا وقت شروع ہو گیا اور اسکی ایسی مثال سمجھو جیسے بادشاہ اپنے اہل دولت کو جشن الٰہی کی شرکت کے لئے دعوت دے

(باقی آئندہ)

سلسلہ ہائے تسہیل المواعظ

چونکہ حضرت والا مدظلہم العالی کی مجلس وعظ مین اہل علم کا مجمع ہونیکی وجہ سے مضامین علمیہ ور الفاظ عربیہ بھی بیان مین آجاتے ہیں اسلیے حسب ایمار حضرت والا مواعظ کو نہایت آسان پیرایہ مین کردیا ہے اور اس سلسلہ کا نام حضرت والا مدظلہم نے تسہیل المواعظ رکھا ہے اس سے ہر شخص حتیٰ کہ بچے اور عورتیں بھی فائدہ حاصل کرسکتے ہین اسوقت تک اس سلسلہ کے سولہ وعظ چھپ چکے ہیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پہلا[1] وعظ مسمے بہ۔ حساب کی آمد منتخب از اشرف المواعظ۔ وعظ اول۔ حصہ اول۔ قیمت ؍
دوسرا[2] وعظ مسمے بہ۔ حاضری کا خوف منتخب از اشرف المواعظ۔ وعظ دوم۔ حصہ اول۔ قیمت ۲؍
تیسرا[3] وعظ مسمے بہ۔ رمضان کا خالص رکھنا منتخب از تطہیر رمضان وعظ اول دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱؍
چوتھا[4] وعظ مسمے بہ۔ قرآن کے حقوق منتخب از حقوق القرآن وعظ دوم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱؍
پانچواں[5] وعظ مسمے بہ۔ تکبر کا علاج منتخب از علاج الکبر وعظ سوم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱؍
چھٹا[6] وعظ مسمے بہ۔ پاکیزہ زندگی منتخب از حیوۃ طیبہ۔ وعظ چہارم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱؍
ساتواں[7] وعظ مسمے بہ۔ اصلاح کا آسان طریق منتخب از تسہیل الاصلاح وعظ پنجم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱؍
آٹھواں[8] وعظ مسمے بہ۔ اخیر عشرہ کے احکام منتخب از احکام العشر الآخر وعظ ششم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱؍
نواں[9] وعظ مسمے بہ۔ صوم اور عید کی تکمیل منتخب از کمال الصوم والعید وعظ ہفتم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۲؍
دسواں[10] وعظ مسمے بہ۔ نگاہ کی حفاظت منتخب از غض البصر وعظ ہشتم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۲؍
گیارہواں[11] وعظ مسمے بہ۔ اعضاء کا پاک رکھنا منتخب از تطہیر الاعضاء وعظ نہم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ؍
بارہواں[12] وعظ مسمے بہ۔ کجی کی درستی منتخب از تقویم الزیغ وعظ دہم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۲؍
تیرہواں[13] وعظ مسمے بہ۔ اہتمام دین کی ضرورت منتخب از ضرورۃ الاعتناء بالدین وعظ اول دعوات عبدیت جلد سوم قیمت ۲؍
چودہواں[14] وعظ مسمے بہ۔ علم دین کی ضرورت منتخب از ضرورۃ العلم بالدین وعظ دوم دعوات عبدیت جلد سوم قیمت ۲؍
پندرہواں[15] وعظ مسمے بہ۔ عمل دین کی ضرورت منتخب از ضرورۃ العمل فی الدین وعظ سوم دعوات عبدیت جلد سوم قیمت ۱؍
سولہواں[16] وعظ مسمے بہ۔ مقبولیت کا طریق منتخب از طریق القرب وعظ چہارم دعوات عبدیت جلد سوم قیمت ۱؍

قیمت پورے سٹ کے خریدار سے صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ لیجاویگی اور الہادی کے خریدار سے ۱۲؍

المشتہر۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی